سوانح وافکار

# امامِ صحافت ناسخ سیفی

خلیق الرحمن سیفی

سوانح و افکار

# امامِ صحافت ناسخ سیفیؒ

خلیق الرحمٰن سیفی

ناشر :- ——— سعادت پبلی کیشنز

طابع :- ——— توفیق الرحمٰن

مطبع :- ——— سعادت آرٹ پریس فیصل آباد

تعداد :- ——— ایک ہزار

قیمت :- ——— -/۴۰ روپے

---

ملنے کا پتہ

---

سعادت پبلی کیشنز

سیکنڈ فلور فیصل بلڈنگ کوپر روڈ لاہور

فون نمبر ۳۱۰۵۸۰ / ۳۱۰۶۰۹ ، پوسٹ بکس نمبر ۱۴۵۴

گلستان مارکیٹ ریلوے روڈ فیصل آباد

فون نمبر ۲۴۸۵۷ / ۲۲۲۰۴ ، پوسٹ بکس نمبر ۸۵

## انتساب

بانی پاکستان حضرت قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ کے نام جن کے فرمان کے تحت مرحوم ناسخ سیفی نے سعادت کا اجراء کیا اور علاقائی صحافت اور مسلم قوم پرستی کی تحریک کو ایک ہمہ گیر شکل عطا کی۔

خلیق الرحمٰن سیفی

۱۵۔ جولائی ۱۹۸۸ء

## ابتدائیہ

یہ دنیا فانی ہے اور یہاں ہر شخص کو بالآخر موت کا مزہ چکھنا ہے۔ اجل کے سامنے کسی بھی انسان کا کوئی زور نہیں ہے۔ جس کے نصیب میں جتنے سانس لینا لکھے ہیں وہ اُسے بہر حال پورا کرنے کے بعد اپنی حقیقی منزل کی طرف گامزن ہونا ہے۔

میرے والد محترم جناب ناسخ سیفی جو کہ ۷ر جولائی ۱۹۸۴ء کی صبح کو ہمیں اپنی شفقت سے محروم کر کے چپکے سے ہمیشہ کے لیے اللہ کو پیارے ہو گئے۔ کل تک جو عظیم ہستی باپ کی حیثیت سے ہم پر اپنا شفیق سایہ کیے ہوئے تھی آج ان کو مرحوم لکھتے ہوئے میرے ہاتھ لرز رہے ہیں ان کا پُر وقار نورانی باریش چہرہ اور شیریں آواز کانوں میں روزِ مرّہ زندگی کی طرح اب بھی سنائی دیتی ہے اور جب تک ان کی یادگار اور وہ لوگ موجود ہیں جو والدِ محترم کی خصوصی توجّہ سے استفادہ حاصل کرتے رہے وہ زندہ رہیں گے کیونکہ جس انسان کے سینکڑوں نہیں ہزاروں افراد جاننے والے ہوں وہ انسان مر نہیں سکتا۔ ایسے لوگ دنیا میں امر ہو جاتے ہیں جو ذاتی مفاد کی بجائے ہمیشہ اجتماعی مفاد کو ترجیح دیتے رہے ہوں آج ان کی باتوں کی مٹھاس خلوص، ہمدردی اور نصیحتوں کی یاد شدّت سے میرے دل میں تلاطم کی طرح مچل رہی ہے لیکن وہ بے خبر منوں مٹی کے تلے ابدی نیند سو رہے ہیں۔

وہ میرے والد محترم ہی نہیں ایک محسن اور شفیق دوست بھی تھے انہوں نے ہمیشہ مجھے پیار اور ہمدردی سے دنیا کے نشیب و فراز سے ایک حقیقی دوست کی طرح باخبر رکھا مجھے متعدد بار والدِ محترم کے ساتھ سفر کرنے کا بھی شرف حاصل رہا ہے اور انہوں نے ہمیشہ مجھے دورانِ سفر اپنی کٹھن اور تلخ جدّو جہد زندگی کے حالات و

واقعات سنائے تاکہ مجھ میں بھی سنگین حالات کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ اور ہمت پیدا ہو۔ انہوں نے جس طرح نامساعد حالات میں اپنی عملی زندگی کا آغاز اور بعد ازیں ان تھک محنت کے ذریعے اپنا مقام بنایا۔ وہ نہ صرف میرے لیے بلکہ ہم سب بہن بھائیوں کے لیے مشعل راہ ہے انہوں نے قیام پاکستان سے قبل اپنی زندگی کا مشن اسلامی مملکت پاکستان کی صورت میں حاصل کرنے کا متعین کیا اور اس کے لیے انہوں نے جدوجہد آزادی حاصل کرنے والے ہراول دستے کے ساتھ مل کر اور بانی پاکستان حضرت قائداعظم کی ولولہ انگیز قیادت میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ اس ضمن میں ان کی خدمات کا اعتراف (۱) قائداعظم لائلپور میں (۲) اقبال۔ قائداعظم اور پاکستان کے عنوان سے شائع ہونے والی کتب میں تفصیل کے ساتھ علاوہ ازیں سرکاری اور تاریخی ریکارڈ میں ذکر موجود ہے قیام پاکستان کے بعد انہوں نے ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ اور ملکی استحکام کے لیے خود کو وقف کر دیا نظریہ پاکستان کے وہ پُرجوش حامی اور مبلغ تھے ان کی جاندار مثبت اور صاف ستھری تحریروں سے ان کے نظریہ پاکستان اور اسلامی نظام کے زبردست حامی و موئید ہونے کا بخوبی ثبوت ملتا ہے انہوں نے اخبار کو پاکستان کے اساسی مقاصد کے حصول کی جدوجہد کے لیے وقف کر رکھا تھا وہ ایک سچے عاشق رسولؐ تھے۔ پاکستان میں انہوں نے اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے نظامِ مصطفیٰ کی اصلاح کا پرچم سب سے پہلے بلند کیا۔ ہر اخبار نویس شہرت کا آرزو مند ہوتا ہے لیکن والدِ محترم اس آرزو سے بھی بالا تھے جب تک ان کا قلم جنبش میں رہا وہ اسلام اور پاکستان کے دشمنوں کے خلاف لڑتے رہے زندگی کے آخری ایام میں شدید علالت کے باعث زندگی اور موت

کی جنگ لڑتے رہے انہوں نے زبردست تکالیف کے باوجود اپنی طویل بیماری کے دوران کبھی بھی اپنے چہرے سے ناگواری یا مایوسی کا احساس نہ ہونے دیا علالت نے اگرچہ ان کو بے حد کمزور کر دیا تھا لیکن دورانِ بیماری ملنے والے دوست احباب ان کے شگفتہ غم و فکر اور تکلیف کے احساس سے بے نیاز چہرے کو دیکھ کر دنگ رہ جاتے تھے۔

والد محترم کے دوستوں سے میں نے سنا کہ وہ تحریک پاکستان کے دوران بہت جوشیلی تقاریر کیا کرتے تھے وہ ایک شعلہ بیان مقرر تھے لیکن بیماری کے آخری چھ سات ماہ میں ان کی قوت گویائی بھی جاتی رہی آزادی کے حصول کے لیے جوشیلی تقاریر کرنے والی زبان اور لب اب خاموش تھے لیکن اس پر انہوں نے خدا سے گلہ شکوہ نہیں کیا علالت کے دوران انہوں نے اپنے ہر سانس کے ساتھ خدا کو یاد کیا صابر ہونے کے ساتھ خاموش طبع بھی تھے انہوں نے آخری دنوں میں بھی ہمت نہ ہاری اور ہاتھ کے اشاروں سے بات سمجھنے کی سعی کرتے رہے۔

میرے والد محترم نے بغیر کسی لالچ کے بے لوث جذبے کے تحت ملک و ملت کے لیے خدمات سرانجام دیں انکا دامن آئینے کی طرح شفاف تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آج کوئی شخص ان کے بارے میں کوئی ایسی بات نہیں کہہ سکتا کہ جس سے ان کی کردار کشی ہوتی ہو۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ آج ان کے دوست احباب بھی والدِ محترم کے بے داغ کردار کو شاندار الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کر رہے ہیں میں اکثر اوقات والد صاحب سے مذاقاً یہ بات کہہ دیا کرتا تھا کہ آپ نے اپنی آخرت سنوار لی لیکن ہماری دنیاوی زندگی خراب کی تو وہ صرف مسکرا دیا کرتے تھے۔ لیکن آج مجھے احساس ہوا ہے کہ ان کا

ضمیر اور کردار بے داغ تھا تو آج دنیا ان کو عزت اور احترام سے یاد کر رہی ہے،
والد محترم نے صحافت کو زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنا لیا تھا شب و روز اس
کے ہو رہے انہیں متعدد بار روپے اور جائیداد کی بھی پیش کش ہوئی مگر انہوں
نے کسی بھی "آفر" کو قبول نہ کیا بلکہ اپنے خونِ جگر، ایثار اور ان تھک جدوجہد
کے جذبے کے تحت آخری دم تک اپنے سُنی مسلک نظریئے اور مشن کی تکمیل کے
لیے کوشاں رہے والد محترم کو جب لاہور میں ۱۹۷۹ء میں پہلی بار فالج کا حملہ
ہوا تو صحت یاب ہونے کے فوراً بعد انہوں نے مجھے فیصل آباد سے لاہور بلایا
اور یہ کہتے ہوئے کہ اب مجھے زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں اخبار کا ڈیکلریشن
میرے نام منتقل کرا دیا اور یوں میرے ناتواں کندھوں پر انہوں نے قبل از
وقت گراں ذمہ داری کا بوجھ ڈال دیا میں کم عمری اور ناتجربہ کاری کے باعث
اخبار کا نظام چلانے سے جب کبھی گھبراتا تو والد محترم نہ صرف میری ڈھارس
بندھاتے بلکہ حوصلہ دینے کے ساتھ ساتھ بھرپور رہنمائی بھی کرتے ان کی شفقت
پیار اور محبت کے باعث آج اگرچہ میں اخبار کا نظام چلانے کے قابل ہو
چکا ہوں لیکن میں آج ان کی بے وقت موت کے بعد ان کے قیمتی مشوروں
رہنمائی ہمدردی پُرخلوص پیار اور دعاؤں سے محروم ہو گیا ہوں ان کا برسوں
کا ساتھ معاً چھوٹ جانا میرے لیے انتہائی کرب کا باعث ہے ان کی کمی میں
زندگی بھر شدت سے محسوس کرتا رہوں گا ان کی جب بھی یاد آتی ہے تو
دل شدت سے رونے لگتا ہے اور مجھے یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ جیسے
ہم سب بہن بھائیوں کے سر پر ایک شفیق باپ کی صورت میں سائبان تھا
جس نے ہمیں دنیا کے حوادث سے تحفظ دے رکھا تھا لیکن آج یہ سائبان
ہمارے سروں سے اٹھ چکا ہے اور والد محترم ہمیں زمانے کے سنگین حالات

سے تنہا مقابلہ کرنے کے لیے چھوڑ گئے ہیں۔

زندگی کے آخری تین سال انہوں نے لاہور سے منتقل ہو کر فیصل آباد بسر کیے اس دوران وہ وقتاً فوقتاً لاہور آتے رہے لیکن وہ دفتری امور میں بہت کم دخل دیا کرتے تھے صرف حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار پر حاضری دیتے اور اپنے دوستوں سے مل کر واپس فیصل آباد چلے جایا کرتے۔ فیصل آباد سے اکثر اوقات مجھے خطوط کے ذریعے ہدایات اور نصیحتیں کرتے رہتے تھے ان کے بیشتر تحریری خطوط آج میرے پاس موجود ہیں جو کہ میرے لیے انمول چیز کا درجہ رکھتے ہیں۔ میں نے انہیں زندگی میں کبھی بھی مایوس یا غمگین نہیں دیکھا بلکہ وہ کٹھن سے کٹھن حالات کا بھی مسکرا کر اور خندہ پیشانی سے مقابلہ کرتے رہے۔

آج جب کہ والد محترم ہمارے پاس موجود نہیں لیکن ان کا چھوڑا ہوا اکلوتا ورثہ "اخبار سعادت" کی شکل میں موجود ہے۔ میں خدا تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ مجھے اور میرے سب بھائیوں کو اتحاد و اتفاق کے ساتھ والد محترم کے نقش قدم پہ چلنے اور ان کے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

خلیق الرحمٰن سیفی

ناسخ سیفیؒ کی مرحوم صدر ایوب خان کے ساتھ یادگار تصویر

# سخنہائے گفتنی

برادرِ محترم امام صحافت سر خیل کاروانِ حریّت منبعِ سعادتِ سرمدی قبلہ الحاج ناسخ سیفی صاحب مجھ سے عمر بھر ساتھ دینے کا عہد لے کر بالآخر مجھ سے بہت جلد اچانک بچھڑ گئے اگر مجھے ان کا اس طرح اچانک بچھڑ جانے کا خدشہ نہ ہوتا تو میں بھی ان سے عمر بھر ساتھ رہنے کا عہد ضرور لے لیتا مگر ایسا نہ ہو سکا. اگر انہوں نے عہد کیا بھی ہوتا تو انہیں بزرگ اور بڑا ہونے کی حیثیّت سے معاہدہ پر کسی بھی وقت خطِ تنسیخ پھیرنے کا حق ہوتا ویسے بھی آپ حقیقتاً ناسخ سیفی تھے اس ناسخ کی سیف ان کا قلم تھا آپ اس قلم کو جس انداز سے چاہتے بصورتِ سیف استعمال کرتے۔ انہوں نے اس قلم سے نظریۂ پاکستان مسلم لیگ اور مسلکِ حقّہ کے بے شمار مخالفین کے سر قلم کیے گویا کشتوں کے پشتے لگا دیئے میں اس سیف زنی کے جوہر ۱۹۴۴ء سے باقاعدہ دیکھتا رہا ہوں مجھے ان کے زیرِ تربیت رہنے کا فخر حاصل ہے میں آج جو کچھ بھی ہوں انہی کے دم سے ہوں اگر مجھے قبلہ ناسخ سیفی صاحب کی سرپرستی حاصل نہ ہوتی تو میں آج دنیائے قلم و قرطاس کے بجائے لاہور کے کسی گوشہ میں دنیائے آواز و آہنگ میں "سدیدی آرٹ پروڈکشن" آباد کیے ہوتا قبلہ

## سوانح و افکار

# ناسخ سیفی

امام علاقائی صحافت اور

مسلم قوم پرستی کے علمبردار

قیام پاکستان کی تحریک میں یوں تو بڑے گمنام مجاہد رہے ہوں گے مگر بعض سرکردہ شخصیات ایسی بھی ہیں جو کہ مخصوص علاقوں اور گروہوں سے اپنی وابستگی کے باوجود قومی سیاست کے دھارے میں اپنا ایک خاص مقام نام اور کام متشخص کرلتے ہیں لیکن ہماری قومی اور مذہبی سیاسی جماعتوں نے ایسے ادارے ابھی تک قائم ہی نہیں کیے جو اس عوامی شناخت کو ایک بامقصد روپ عطا کرسکیں اس تساہل اور غفلتِ مجرمانہ کا شکار شخصیات اور ادارت ہی نہیں مثبت قومی جذبے اور تعمیری رجحانات کی اکائیاں بھی ہوئی ہیں۔ چنانچہ یہ کوئی راز نہیں ہے کہ برصغیر ہند و پاک میں علاقائی اسلامی اور مسلم قومی صحافت کے امام اور صحت مند مسلم قوم پرستانہ صحافت کے سرخیل اور روحِ رواں اور سرکردہ علمبردار بابائے صحافت حضرت ملک امام بخش ناسخ سیفی مرحوم کی چوتھی برسی ان کے آبائی شہر کمالیہ میں سات جولائی کو منائی گئی یہ عمل جوں کا توں نہ جانے کب تک جاری و ساری رہے گا۔

بابائے صحافت اور مسلم قومیت کے علاوہ تحریکِ سنیت کے والا و شیدا

اور پاکستان مسلم لیگ کی تحریک کے سرخیل دانشور عظیم قائد حضرت ناسخ سیفی"
کی خدمات اور بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ اور ان کی جماعت مسلم لیگ
نیز تحریک قیام پاکستان سے ان کی گہری وابستگی مرتے دم تک قائم رہی۔
انہوں نے تحریکِ نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نظریہ پاکستان کی
واحد اور حقیقی اساس و بنیاد بنانے کے لیے علاقائی صحافت کے علاوہ
قومی مزاجِ صحافت و سیاست کو بھی نیا انقلابی موڑ اور مثبت جہات سے آشنا
کرایا وہ ایک خاص صاحبِ طرز ادیب و صحافی اور اپنی منفردانہ بود و باش
کے فقیر منش اور درویش طبع انسان تھے انہوں نے "بے لوث" کی اصطلاح
کو اپنی ذات اور استغنائے طبیعت سے ایک شناخت حوالہ اور نیا انداز ہی
نہیں مستقل نام بھی عطا کیا ہے وہ ہمیشہ بامقصد تعمیری صاف ستھری اور
اسلام پسند مسلم قوم پرستی کی سوچی سمجھی ڈگر پہ کسی نفع لالچ یا خوف کی پرواہ
کیے بغیر ثابت قدمی اور کمال درجے کی پامردانہ انتہا پسندانہ اسلامی اولوالعزمی
سے قائم رہے ان کے پائے ثبات و استقلال میں کبھی بھی کوئی لغزش نہ
آئی انہوں نے ہندو انگریز اور مسلمان سرمایہ داروں کے ساتھ کوئی سمجھوتہ
نہ کیا اور تن تنہا تحریکِ پاکستان کی جدوجہد کرتے رہے حتیٰ کہ قائداعظم
محمد علی جناحؒ نے (لائل پور) فیصل آباد میں نواب سعادت علی خان کی
رہائش گاہ پر خود بنفسِ نفیس ملاقات کر کے علاقائی مسلم صحافت کو قوم پرستی
کے فروغ و احیاء کے لیے ایک سرگرم مسلسل و مستقل مثبت تعمیری تحریک
کی حقیقی شکل میں سرِ دوشی دوام عطا کرنے کی ترغیب دی اور ہر قسم کے
تعاون کا یقین بھی دلایا کیونکہ قائداعظم ہندو پریس سے بے حد خوف زدہ
تھے اور وہ مسلم پریس کو بڑے شہروں کی بجائے ہمہ گیر علاقائی صحافت سے

مربوط دیکھنا چاہتے تھے مرحوم سیفی صاحب نے کوفے میں اذان دی، اور سنگلاخ زمین پر ہل چلا کر صحافت کی آبیاری اور دو قومی نظریہ کی خدمت کی انہوں نے اپنے قلم و قرطاس نیز جان جسم ضمیر اور دماغ ہر توانائی اور ذریعے یا وسیلے کو قیامِ پاکستان کی تحریک کامیاب ہونے کے بعد بھی مسلم لیگ اور نظریۂ پاکستان سے عوام الناس اور نوجوان نسل کو مسلسل متعارف کرانے کے علاوہ نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکمل اور حقیقی فوری نفاذ کرانے نیز اسلام کی حقیقی شورائیت کے مغربی اور سیکولر جمہوریت کو تابع یا مشروط کرانے کی خاطر بھی سخت جد وجہد کی اور مرتے دم تک کسی کردار ساز ابن الوقت چاپلوس مصلحت پسند کا ساتھ نہیں دیا۔ انہوں نے جس طرح قیام پاکستان سے قبل قرار دادِ لاہور ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء منظور ہونے سے قبل اپنے افکار و تجاویز نیز رشحاتِ قلم کے ذریعے ایک بہتر مقصد کے حصول کی خاطر رہنما اصولوں کی تیاری میں معاونت کی تھی۔ بعینہٖ پاکستان بن جانے کے بعد بھی سیفی صاحب نے اسلامی شورائیت کو نظریۂ پاکستان کا حقیقی نصب العین اور بنیاد ثابت کرنے کے لیے بھی ہر محاذ پر کھلی جنگ جاری رکھی تھی۔ وہ اگرچہ احرار خاکسار اور کانگرسی مُلّاؤں کے ٹولے اور کمیونسٹوں کے سخت مخالف تھے مگر مسلم لیگ میں قادیانیوں کی شمولیت کے بھی سخت مخالف تھے انہوں نے سر ظفر اللہ خان کو وزیر خارجہ پاکستان بنانے کی سخت مخالفت کی اور تحریک تحفظِ ختم نبوت کی حمایت بھی کھل کر کی تھی وہ جماعتِ اسلامی کو ملتِ اسلامیہ کا ناسور اور قادیانیوں کو صیہونیت کے فروغ کا وسیلہ اور عالمِ اسلام کا غدار تصور کرتے تھے۔ آج وہ ملک و قوم سے جدا ہو کر جبکہ خالقِ حقیقی کے پاس جا پہنچے ہوئے ہیں مگر بایں ہمہ ان کے مشن کی صداقت اور مقصد کی تابندگی چار سو پھیلی ہوئی

ہے ان کا لگایا ہوا پودا سعادت اب مزید مضبوط تنا اور درخت بن کر برگ و بار لا رہا ہے سعادت کا فیصل آباد میں نیا دفتر اور شیخوپورہ سے ہفت روزہ یقین کا اجراء نیز لاہور میں دفتر سعادت اور پریس کے لیے جگہ کا مخصوص کیا جانا وہ معدودے چند نمایاں کامیابیاں ہیں جو کہ حالات کی تمام تر نامساعدت اور ناسازگاریوں اور حکومت کی طرف سے مناسب ضروری اور معقول حد تک کما حقہ حوصلہ افزائی اور تعاون کی عدم موجودگی میں حاصل کی گئی ہیں۔ اُن کے نظریاتی و سیاسی مشن کو آگے بڑھانے اور طے شدہ نصب العین یعنی نفاذ و قیام شریعتِ محمدیؐ کے سلسلے میں خارجی و داخلی دشمنوں کے خلاف جدوجہد کی پالیسی آج بھی جاری ہے اور آئندہ بھی یہی چلن جوں کا توں جاری و ساری رہے گا۔ صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے اسلامی شورائیت اور نفاذِ شریعت اسلامیہ کے سلسلے میں جو بھی نمایاں اقدامات کیے اور جس انداز سے کسی بھی سطح تک پیش رفت نظامِ مصطفیٰؐ کے قیام کی خاطر یقینی بنانے کی سعی خیر و مشکور کی ہے اس کی سیفی صاحب مرحوم کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے آج بھی سعادت بے لوث انداز سے ہر قسم کی حمایت اور معاونت میں اپنا سرخیلی تاریخی کردار ادا کر رہا ہے مگر مقامِ افسوس و استعجاب تو یہ بات ہے کہ آج تک تائیدِ صحافت اور علاقائی قوم پرستانہ مسلم صحافت کے قافلہ سالار ناسخ سیفی کی خدمات اور قومی تحریک میں ان کے مثبت تعمیری اور دوٹوک والہانہ نیز تاریخی کردار کا اعتراف تک سرکاری طور پر نہیں کیا جا سکا ہے نہ تو سابق مسلم لیگی معزول وزیر اعظم پاکستان محمد خان جونیجو کی مسلم لیگی حکومت نے یہ کام کیا اور نہ ہی ماضی کی کسی بھی حکومت نے اس کا کوئی اعتراف حقیقت کرتے ہوئے اسے عملی صورت گری عطا کی

ہے استعجاب و ملامت کے قابل یہ سوہانِ روح حقیقت ہے کہ شاتم و گستاخِ رسول اور دشمنانِ اسلام و توحید نیز مخالفینِ ختمِ نبوت مرتدین کو تو یہاں اعزازات نیز انعام و اکرام سے ہر دور میں نوازا جاتا رہا ہے۔ مگر تحریکِ پاکستان، مسلم لیگ، نظریۂ پاکستان اور قائدِ پاکستان محمد علی جناحؒ کے لیے فنافی الوجود ہو جانے والے اس صدی کے سرکردہ اخبار نویس کو کسی بھی سول فوجی اعزاز سے تا حال مزین اور بہرہ ور نہیں کیا جا سکا ہے حالانکہ صرف اور صرف یہی وہ سینہ ہے جس پہ کوئی بھی خطاب یا اعزاز آویزاں ہو کر اسم بامسمیٰ ہو سکتا تھا۔ ساندل بار کے عظیم فرزند تاریخ سیفی کا تذکرہ فیصل آباد کے ہر گلی کوچے میں بکھرا پڑا ہے چنانچہ ایک دانشور پروفیسر افتخار احمد چشتی نے اپنی یادداشتوں کے خزانے کو یکجا کرتے ہوئے مرحوم سیفی صاحب کا ذکر یوں کیا ہے کہ :۔

ساندل بار کے قدیم و عظیم گورنمنٹ کالج کے وسیع و عریض گھاس کے میدان میں ایک کونہ میں اسلامیات کی ایک کلاس لیے بیٹھا تھا لیکچر ختم ہوا تو میں نے حسبِ معمول طلبائے عزیز سے سوالات کے لیے کہا۔ ایک عزیز محترم نے جناب شورش کاشمیری کے بارے میں کوئی گستاخانہ کلمہ کہہ دیا۔ میں نے کہا بیٹے کوئی انسان بھی مکمل نہیں ہے۔ کامل و مکمل تو صرف ایک ذات بابرکات ہے اور وہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ باقی ہر انسان میں خوبیاں بھی ہیں اور خامیاں بھی۔ میرے عزیز اپنی خامیوں پر نظر رکھا کرو۔ اور دوسروں کی خوبیوں پر، ہمیں یہی سبق دیا گیا ہے اور میرے عزیز یہ بھی یاد رکھو کہ جب شورش کاشمیری فوت ہو گیا تو تمہارے پاس دوسرا شورش کاشمیری نہیں ہے اور جب خدانخواستہ جناب خلیق قریشی فوت ہو

گئے تو تمہارے پاس دوسرا خلیق قریشی نہیں ہے۔"

اس وقت شورش کاشمیری بھی زندہ تھے اور میرے نہایت ہی پیارے دوست بھائی اور رفیق خلیق قریشی بھی زندہ تھے آخر ایک دن آیا کہ خلیق قریشی بھی تنکلوں اور تکلیفوں، کے اس شہر (فیصل آباد) کے بارے میں خلیق مرحوم کا عطا کردہ لقب، کو چھوڑ کر اس شہرِ خموشاں میں جا بسے جہاں سے پھر کوئی واپس نہیں آیا۔ ساندل بار کے چار ستون جناب خلیق قریشی صاحب جناب ریاست علی آزاد صاحب، جناب شاہ محمد عزیز صاحب اور اب جناب ناسخ سیفی صاحب یکے بعد دیگرے اپنا اپنا منفرد رول ادا کرنے کے بعد اس دارِ فنا سے رخصت ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است کے مطابق ہر شخصیت کا اپنا ایک منفرد کردار ہے جناب ناسخ سیفی مرحوم و مغفور سے بھی برسوں سے مراسم تھے انہیں رخصت کرتے وقت بھی طبیعت قابو میں نہ تھی اور اب ان کی یاد ہر وقت میٹھا میٹھا درد دیتی رہتی ہے عجیب پُرکشش شخصیت تھی ظاہر بھی خوبصورت اور باطن بھی اگرچہ باطن کی اصل گواہی تو کوئی نہیں دے سکتا۔ مگر پھر بھی جب کوئی کسی کو قریب سے دیکھتا ہے تو یہ قربِ باطن پر بھی کچھ نہ کچھ روشنی ضرور ڈالتا ہے مرحوم اللہ تعالےٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت کرنے والے، اولیاء اللہ کی خدمت و تعظیم کے لیے کمربستہ، پاکستان اور ملت اسلامیہ کی ترجمانی کے لیے ہمہ وقت مصروف صوم و صلوٰۃ کے علاوہ اوراد و وظائف کا پابند، مطالعہ کے شائق، نیک صحبت کے متلاشی، نظام اسلام کے شیدائی، پاکستان کی زندگی کے ہر شعبہ کو اسلامی دینے کے مشتاق، نقائص کی نشاندہی کرنیوالے

حق گو اور بے باک، مصائب و مشکلات کو پسِ پشت ڈال دینے والے، دن کے وقت ادارت کے ڈیسک پر بیٹھ کر گرمی سردی کی پرواہ کیے بغیر اداریئے لکھنے والے اور رات کو مصلّے کی پشت پر بیٹھ کر آنسوؤں کی لڑیاں پرونے والے، غرضیکہ کیا کیا خوبیاں تھیں اس جانے والے میں۔ میں سب ایک ایک کر کے گنوا نہیں سکتا۔ مسلمان وہ ہے جس کی زندگی کا مقصد اسلام کی خدمت ہو، صحافت ہو یا سیاست یا حکومت اگر اسلام کے لیے ہے تو برحق ورنہ دنیا میں اور ہزاروں صحافی اور سیاسی حضرات موجود ہیں علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

۱۔ سرود و شعر و سیاست، کتاب و دین و ہنر

گہر ہیں ان کی گرہ میں تمام یک دانہ

۲۔ ضمیر بندۂ خاکی سے ہے نمود ان کی

بلند تر ہے فرشتوں سے ان کا کاشانہ

۳۔ اگر خودی کی حفاظت کریں تو عینِ حیات

نہ کر سکیں تو سراپا فسوں و فسانہ

الحمدللہ کہ قیام پاکستان اور قیام پاکستان کے بعد ایسے صحافی موجود تھے اور موجود ہیں۔ جن کا قلم محض اسلام کی سربلندی کے لیے وقف تھا اور وقف ہے جناب ناسخ سیفی صاحب مرحوم بھی اسی گروہ سے تعلق رکھتے تھے جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ

بہ آں گروہے کہ از بادۂ وفا مستند

سلام ما برسانید ہر کجا ہستند

جہاد افضل ترین عبادت ہے اور جہاد میں اکبر جہاد، جہاد بالنفس ہے

"ناسخ سیفی" کی سعودی شاہی خاندان کی ایک اہم شخصیت جمیل حجلان کے ہمراہ یادگار تصویر

اور ایسی ہی ایک قسم جہاد بالقلم ہے۔ جناب سیفی صاحب مجاہدین کی اس اولین
صف کے ایک معزز کارکن اور راہ نما تھے۔ انہوں نے حضرت قائداعظمؒ اور
حضرت علامہ اقبالؒ کے حکم پر اس وقت لبیک کہا، جب لوگ پاکستان کا نام
لینے سے ڈرتے تھے۔ ان مہاجرین کا درجہ سب سے بڑا ہے جنہوں نے
اولین دور میں ہجرت کی جب ابھی اسلام کی کامیابی کا یقین نہیں تھا
پھر جب صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے بعد لوگ فوج در فوج داخل اسلام ہوئے
تو ان کا درجہ پہلے اصحاب کا درجہ نہیں تھا۔

تحریک پاکستان میں جن راہ نماؤں اور کارکنوں نے ابتداء ہی سے جہاد
کیا وہ قابل قدر ہیں۔ پاکستان بننے کے بعد تو پھر سب ہی اس دائرہ میں
داخل ہو گئے جناب سیفی صاحب مرحوم تحریک پاکستان کے دورِ اول کے
مجاہد تھے جنہوں نے کمالیہ، لائلپور، فیصل آباد اور لاہور سے اپنا قلمی جہاد
اس وقت جاری رکھا، جب تک ہاتھ کام کرتا رہا۔ اپنے دفتر میں اداریہ لکھتے
لکھتے ہی ان پر فالج کا حملہ ہوا تھا جس میں وہ طویل علالت کاٹنے کے بعد
آخر اللہ تعالےٰ کو پیارے ہو گئے۔

مرحوم حضورؐ سے سچی محبت کرنے والے تھے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ
فرماتے ہیں۔ کہ جو ایمان والے ہیں وہ اللہ سے شدید محبت کرنے والے ہیں
اولیاء اللہ سے بلند عقیدت رکھتے تھے علمائے حق سے محبت کرتے تھے
انہوں نے اپنے اخبار کو اسلام، پاکستان، نظامِ مصطفےٰؐ، اور اولیاء اللہ کی
تعلیمات کو عام کرنے کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ مالی مفادات حاصل کرنے
کی خواہش نہ تھی۔ صرف اسلام کے مُقدس مشن کو آگے بڑھانے کی آرزو
تھی۔ جس کے لیے دن رات مصروفِ عمل رہتے تھے ذاتی مفادات کی تکمیل سے

انہوں نے اپنے دامنِ صحافت کو کبھی داغدار نہیں ہونے دیا۔

اس احقر العباد سے بھی بہت عقیدت رکھتے تھے۔ ہم بارہا سعادت کے دفتر میں جناب تاج دین بٹ صاحب کے ادارہ میں اور اس خاکسار کے غریب خانہ پر اکھٹے بیٹھتے، دنیا و جہان کی باتیں کیں۔ چائے کے دور چلے، اولیاء اللہ کے تذکرے ہوئے پاکستان کو دینِ مصطفوی بنانے کے طریقوں پر تبادلہ خیالات کیے۔ ایک دفعہ ہم سب دوست حضرت داتا گنج بخش ؒ کے آستانہ عالیہ پر حاضر تھے۔ بٹ صاحب نے مجھے صدر بنا کر بٹھایا مگر جو آتا جناب سیفی صاحب کو سلام کرتا اور ان کے ہاتھ چومتا کر وہی اس محفل میں سب سے بزرگ اور پُرکشش شخصیت نظر آتے تھے اور مجھے اس حال میں قلبی خوشی ہو رہی تھی مجھے ان سے واقعی محبت تھی۔ میں دل سے ان کی قدر کرتا ہوں اور ہر وقت انہیں یاد کرتا ہوں۔

میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ اپنی بے پایاں مغفرت عطا فرمائے حضور نبی کریمؐ کی شفاعت انہیں نصیب ہو اور اولیاء اللہ کی دعائیں ان کے شامل ہوں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے فرزندان و عزیزان و پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور انہیں توفیق دے کہ وہ مرحوم کے مقدس مشن کو اسی خلوص کے ساتھ جاری رکھ سکیں میں اپنے عزیز محترم اور برادر عزیز جناب سدیدی صاحب کے لیے دعاگو ہوں کہ اللہ تعالےٰ انہیں مرحوم کا صحیح جانشین بنائے اور ادارہ کی سرپرستی کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

روزنامہ سعادت کی پچاس سالہ سیاسی سماجی تعلیمی دینی ملکی ملی علمی ادبی اور صحافتی خدمات ناقابل فراموش ہیں اور ہماری ملکی و ملی تاریخ کا ذریں باب ہیں۔

یہ ملک اللہ تعالےٰ کا احسانِ عظیم ہے اور اس کے بنانے میں جنہوں نے حصہ لیا وہ قابلِ قدر ہیں اور ہمارے محسن ہیں اسی قافلہ میں ایک درویش بھی تھا جو بظاہر آج دنیا میں موجود نہیں مگر جب تک "سعادت" موجود ہے وہ درویش بھی موجود رہے گا۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

آج ہم تاریخ کے نازک ترین دور سے گزر رہے ہیں ہم نے برسوں قبل یہ فیصلہ کیا تھا کہ ہم مسلمان ہیں ہمارا دین ایک مکمل اور دائمی نظامِ فکر و عمل ہے اور ہم ایک ایسا خطۂ ارضی چاہتے ہیں جہاں ہم اسلام کا نفاذ کر سکیں مطالبہ و نظریۂ پاکستان (جس کا سعادت روزِ اوّل سے داعیٔ و حامی رہا) یہی جذبہ کارفرما تھا کہ ہم کسی غیر اسلامی مشرقی یا مغربی نظریہ یا فلسفۂ حیات یا ازم کو نہیں اپنائیں گے بلکہ ہم اپنی زندگیوں کو قرآن و سنت کے مطابق ڈھالیں گے اور اس مملکت کو دینِ مصطفوی بنا دیں گے بقول حضرت علامہ اقبالؒ

؎ اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے

علامہ محمد اسد نے ۱۹۴۷ء میں اپنے انگریزی ماہنامہ عرفات جسے وہ ڈلہوزی سے نکالتے تھے، لکھا تھا۔

"صدیوں کے بعد اس برصغیر کے مسلمانوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اسلام کی بنیادوں پر ایک ریاست کی تشکیل کریں گے اگر خدا نخواستہ پاکستان کے مسلمان اپنے دعویٰ کی بنیاد پر اس مملکت کو اسلامی خطوط پر استوار نہ کر سکے تو آنے والے دور میں صدیوں بعد بھی کسی مسلمان ملک کو یہ جرأت نہ ہو سکے گی کہ وہ یہ دعویٰ کر سکے کہ

دین کی بنیاد پر ریاست معرض وجود میں آسکتی ہے۔"

ہمیں ان خدشات کے پیش نظر زندگی کے ہر شعبے میں اپنے کردار کا

از سر نو جائزہ لینا ہے اور یہ فیصلہ کرنا ہے کہ ہم کدھر جا رہے ہیں۔

فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ (پس تم کدھر جا رہے ہو)

سوال یہ نہیں کہ ہم نے کتنا فاصلہ طے کیا بلکہ سوال یہ ہے ہمارا رخ کدھر ہے

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی

کیں راہ کہ تو مے روی بترکستان است

اگر ہم مخلصانہ طور پر اس عظیم مملکت کو اسلامی ریاست بنانا چاہتے ہیں تو ہمیں پہلے ان اداروں کو مسلمان بنانا ہو گا جو ملی زندگی پر سب سے زیادہ اثر رکھتے ہیں۔ ہماری زندگی کا موثر ترین حکومت ہے جس کے پاس قوت نافذہ ہے ہماری حکومت کے ہر رکن کو اسلامی اقدار کا نمونہ اور نمائندہ بننا ہو گا تاکہ وہ اپنے عمل کردار اور اختیار سے اسلام نافذ کر سکے۔ خلیفہ ہارون الرشید نے ایک دفعہ حضرت فضیل ابن عیاض سے عرض کیا کہ مجھے کچھ نصیحتیں کیجئے۔ حضرت فضیل نے بہت سی نصیحتیں کیں اور آخر میں فرمایا "اے ہارون اگر اللہ تعالےٰ مجھے فرمائیں کہ اے فضیل تیری صرف ایک دعا قبول ہو سکتی ہے مانگ کیا مانگتا ہے تو میں عرض کروں گا اے اللہ بادشاہ کو ٹھیک کر دے" پاکستان میں بادشاہت تو نہیں مگر حکومت کے تمام ارباب بست وکشاد بادشاہ یا حکمران کے مقام پر ہیں پس اگر وہ ٹھیک ہو جائیں تو یہ ملک جنت نشان بن جائے۔

ہمارا ملی زندگی کا دوسرا اہم اور موثر ادارہ مسجد ہے ہماری مساجد ہمارے دینی مدارس اور ہمارے علمائے کرام ورثائے انبیائے کرام ہیں۔ تلاوت آیات تعلیم کی کتاب، تعلیم حکمت تزکیہ نفس کے فرائض کی بجا آوری ان کا فریضہ ہے
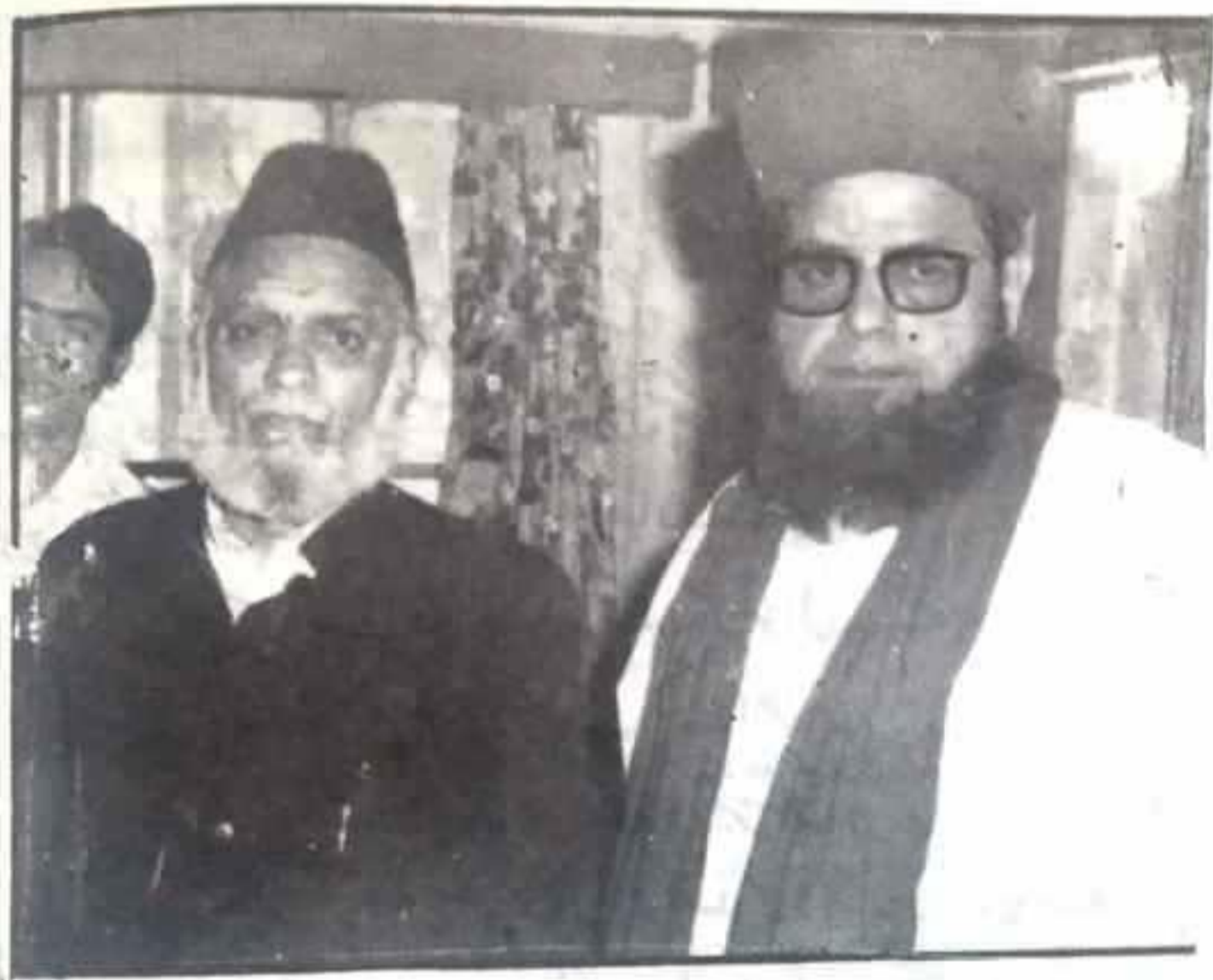
ناسخ سیفیؒ قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی کے ساتھ یادگار تصویر

ناسخ سیفیؒ ہمدرد فاؤنڈیشن کے بانی حکیم محمد سعید سے مصافحہ کر رہے ہیں

انہیں ہر حالت میں کلمہ حق کہنا ہے انہیں مکہ کی گلیوں، عکاظ کے میلوں اور طائف کے بازاروں میں گالیاں سن کر اور پتھر کھا کر بھی دعائیں دینی ہیں اور تبلیغ دین کرنی ہے تمام فرقہ بندیوں کو مٹا کر جملہ مدارس فکر میں یگانگت اور اتحاد پیدا کر کے "وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا" پر عمل کرتے ہوئے اس قوم کو ملّت واحدہ بنانا ہے اس لیے کہ بقول علامہ اقبالؒ

تمیز رنگ و بو بر ما حرام است
کہ ما پروردۂ یک نوبہاریم

ہماری ملی زندگی کا تیسرا اہم ادارہ خانقاہ ہے ہماری درگاہوں ہمارے آستانوں اور ہمارے صوفیائے کرام اور سجادہ نشین حضرات کو بھی اہم رول ادا کرنا ہے اس ملک میں اسلام لانے، اس کی تبلیغ کرنے، اس کی تعلیم دینے اور اس کے مطابق کردار سازی میں بزرگان دین نے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں۔ تحریک پاکستان میں بھی مشائخ عظام نے اہم کردار ادا کیے ہیں لوگوں کو نیک بنانے میں ان حضرات نے معجزانہ کام سرانجام دیئے ہیں آج ہماری سب سے بڑی کمی اخلاق حسنہ کی کمی اور تزکیۂ نفس کی کمی ہے تزکیہ نفوس کا کام اہلِ خانقاہ کا کام ہے۔ فقیر کہلواتے یا لکھواتے سے ہی کوئی مقام فقیر جسے اقبالؒ نے مقامِ مصطفےٰؐ کہا ہے حاصل نہیں ہوتا۔

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے حضرت خواجہ بزرگ معین الدین چشتیؒ کی خدمت میں عریضہ لکھا اور نیچے لکھا "فقیر قطب الدین" جواب آیا۔

معین الدین ہنوز فقیر نشدہ
تو چہ طور فقیر نوشتی!!

"ابھی تو معین الدین بھی فقیر نہیں بن سکا تو نے کس طرح فقیر لکھا ہے"
آج اہل خانقاہ کے ذمے ہے کہ حکومت و عوام کے تزکیہ نفوس اور ان کی
اخلاقی و روحانی تربیت کا فریضہ انجام دیں۔
ہماری ملی زندگی کا چوتھا اہم ادارہ مدرسہ ہے ہمارے سکول کالج یونیورسٹیاں
اور ہمارے اساتذہ کرام کو بھی اپنا فریضہ ادا کرنا ہے اگر آج ہماری درس گاہیں
اسلامی ہیں۔

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں
تیرا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

اگر ہم نے اب بھی اپنے بچوں اور بچیوں کی اسلامی تربیت نہ کی تو ہم
نہیں کہہ سکتے کہ ہمارا انجام کیا ہوگا اسلام، اسلام کہنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا
اسلام قال نہیں حال کا نام ہے۔ جب تک دل و نگاہ مسلمان نہ ہیں اسلام
نہ داخلی زندگی میں آتا ہے اور نہ خارجی میں اور نہ انفرادی زندگی میں آتا ہے
اور نہ اجتماعی زندگی میں۔
حضرت علامہ اقبالؒ نے ۱۹۱۰ء میں اپنے خطبہ علی گڑھ میں فرمایا تھا۔
"اگر ہمارے نوجوانوں کی تعلیمی اٹھان اسلامی نہیں تو ہم اپنی تربیت
کے پودے کو اسلام کے آب حیات سے نہیں سینچ رہے اور اپنی
جماعت میں پکے مسلمان کا اضافہ نہیں کر رہے بلکہ ایسا نیا گروہ پیدا
کر رہے ہیں جو بوجہ کسی اتحادی مرکز کے نہ ہونے کے اپنی شخصیت
کو کسی دن کھو بیٹھے گا اور گرد و پیش کی ان قوتوں میں سے کسی ایک
قوم میں ضم ہو جائے گا جس میں اس کی بہ نسبت زیادہ قوت و
جان ہوگی"

لہٰذا ہمیں اپنی تعلیم گاہوں کو سیاسی و تخریبی مراکز کی بجائے اسلام کی اخلاقی اور روحانی اقدار کے مراکز بنانا چاہیئے تب جا کر وہ اسلامی معاشرہ معرض وجود میں آئے گا جو اسلام چاہتا ہے۔

ہماری ملی زندگی کا پانچواں مؤثر ادارہ پریس یا صحافت ہے روزنامے ماہ نامے ہفتہ وار پندرہ روزہ اخبارات، نیوز ایجنسیاں چھاپہ خانے ریڈیو اور ٹی وی یہ سب ذرائع ابلاغ میری نظر میں کسی نہ کسی طرح پریس کے ضمن میں آتے ہیں شعر و ادب کے سرکاری و غیر سرکاری ادارے بھی اسی کا ایک حصہ ہیں کتابیں رسائل اور ڈائجسٹ بھی اسی کے دائرہ کار میں ہیں۔

اگر صحافت یا ادب ملک و ملت اور اسلام کے لیے نہیں تو کیا فائدہ پھر ہم مطلوبہ اسلامی نتائج حاصل نہیں کر سکتے۔ پاکستان کو اسلامی ریاست بناتے میں صحافت و ادب نہایت مؤثر کردار ادا کر سکتے ہیں علامہ اقبال نے ان اشعار میں بتا دیا ہے کہ اسلام میں صحافت و ادب کا کیا رول ہونا چاہیئے فرماتے ہیں

سرود و شعر و سیاست، کتاب و دین و ہنر
گہر ہیں ان کی گرہ میں تمام یک دانہ
ضمیر بندۂ خاکی سے ہے نمود ان کی
بلند تر ہے فرشتوں سے ان کا کاشانہ
اگر خودی کی حفاظت کریں تو عین حیات
نہ کر سکیں تو سراپا فسون و افسانہ

جنہوں نے قیام پاکستان سے قبل قلم سے نظریہ پاکستان اور اسلام کے لیے جہاد کیا اور پھر قیام پاکستان کے بعد بھی اب تک کر رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں زیادہ اکرم ہیں اور وہی پاکستان اور اسلام کے سچے

سپاہی ہیں اور مجھے آخر میں یہ کہنے میں باک نہیں ہے کہ میرے درویش دوست جناب ناسخ سیفی صاحب مرحوم اور ان کا اخبار سعادت اس میدان میں کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔ میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سعادت کو تا ابد یہ سعادت عطا کریں کہ یہ روزنامہ اسلام اور دینِ مصطفوی کی نمایاں خدمات انجام دیتا رہے۔

؎ ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

ممتاز مسلم لیگی لیڈر ابو سعید انور مرحوم نے روزنامہ نوائے وقت لاہور میں ۷ جنوری ۱۹۸۲ء کو تحریک پاکستان کے سپاہی کے عنوان سے شائع شدہ اپنے مضمون میں لکھا تھا کہ:

ناسخ سیفی ۱۹۱۸ء میں بمقام کمالیہ فیصل آباد پیدا ہوئے، ۱۹۳۰ء میں انہوں نے عملی سیاسیات میں حصہ لینا شروع کر دیا اور فیصل آباد (سابق لائل پور) سے ایک اخبار "سعادت" جاری کیا مسلم لیگ کی حمایت ان کا نصب العین تھا خود ناسخ سیفی مسلم لیگ میں شامل ہو گئے اور دیہات میں مسلم لیگ کا پیغام پہنچانے میں مصروف ہو گئے ۱۹۴۵ء میں کمالیہ مسلم لیگ کے صدر منتخب ہوئے کمالیہ میں مسلم لیگ کانفرنس منعقد کی جس میں نواب ممدوٹ، میاں اللہ یار دولتانہ، راجہ غضنفر علی خان اور میاں عبدالباری شریک ہوئے اس کے بعد اپنے رفقاء سمیت ناسخ سیفی نے سرگودھا ڈویژن میں تمام اضلاع کے لیے پاکستان کے لیے مسلم رائے عامہ کو ہموار کرنے میں زبردست مہم چلائی نیشنل گارڈز کو منظم کیا مسلم لیگ کی شاخیں قائم کرنے میں مدد کی علماء اور مشائخ نے جب قیامِ پاکستان کے لیے عملی طور پر میدان میں نکل کر کام شروع کیا تو ناسخ سیفی ان کے بھی ہم رکاب تھے۔ قیامِ پاکستان کے بعد جماعتی سرگرمیوں سے بوجوہ الگ رہے اور اپنے اخبار پر زیادہ توجہ دینے لگے۔

نظریہ پاکستان کا نقیب اور منکسر المزاج راسخ العقیدہ مسلمان صحافی قرار دیتے

ہوئے سلطان احمد داؤدی نے ناسخ سیفیؒ کی یاد اس طرح تازہ کی ہے کہ:۔

بشری کمزوریوں میں سے ہماری یہ بھی ایک کمزوری ہے کہ یہ جانتے کے باوجود کہ زندگی اور موت پر اللہ کے سوا کسی کو اختیار حاصل نہیں اگر ہم میں سے کوئی اللہ کو پیارا ہو جائے تو ہم اپنی اپنی جگہ نوعیت تعلق اور اس سے اپنی نسبت کی بنا پر متاثر و غم زدہ ہوئے بغیر نہیں رہتے۔

۱۹۳۵ سے اب تک راقم الحروف کی نگارشات اخبارات میں برابر شائع ہو رہی ہیں الحاج ناسخ سیفی جو لائلپور میں سکونت اختیار کرنے سے پیشتر کمالیہ میں تھے میری ان سے شناسائی بالکل نہ تھی لیکن وہ مجھے میری تحریروں کے ناطے جانتے اور پہچانتے تھے "سعادت" کے اجرا کی وجہ سے جب انہوں نے لائل پور کو اپنا مسکن بنا لیا اور تحریک پاکستان کے لیے ان کی ہمنوائی کے نتیجہ میں ۱۹۴۷ء میں پاکستان کا قیام عمل میں آ گیا تو مہاجرین کی آمد اور ہندوؤں سکھوں کے انخلار کے سلسلہ میں خبروں وغیرہ کی اشاعت کے ضمن میں کچہری بازار میں واقع "سعادت" کے دفتر میں ان سے رابطہ کی صورت پیدا ہو گئی۔ جیسا کہ اوپر رقم کیا گیا ہے بندہ ان کو بالکل نہیں جانتا تھا وہ اتنے پرخلوص انداز سے پیش آئے گویا برسوں سے ایک دوسرے کو جاننے والے ہوں۔ پھر کیا تھا بندہ کا زیادہ وقت سعادت کے دفتر ہی میں گزرنے لگا۔ آمدہ مہاجرین کی ڈھارس بندھانے اور ترک سکونت کرنے والے ہندوؤں سکھوں کو یہ احساس دلانے کے لیے کہ اسلام احترام آدمیت اور انسان دوستی کو مقدم ٹھہراتا ہے اس لیے انہیں خوفزدہ نہیں ہونا چاہیئے اور دیگر اچھے مقاصد کے لیے اپنی تحریروں کی اشاعت کی خاطر "سعادت" کے صفحات سے استفادہ کرنا میرا روزمرہ کا معمول بن گیا۔

الحاج ناسخ سیفی بھورا گلی میں رہائش پذیر ہوا کرتے تھے شروع میں تو مجھے

۱۰۔ شیخ سیفورا، دورہ سعودی عرب کے موقعہ پر سعودی حکام کے ہمراہ

کوئی علم نہ ہو سکا کہ موصوف کے کتنے بچے اور بچیاں ہیں۔ لیکن بعد ازاں ان کے بڑے صاحبزادے عتیق الرحمن کمسنی کے عالم میں اپنے والد کی طرح مختصر گو دفتر سعادت میں دکھائی دینے لگے اور ساتھ ہی اختر سدیدی جواب اپنے طرزِ تخاطب اور جوہر خطابت کے لحاظ سے ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔ ان سے راہ و رسم ہو گئی انہوں نے راقم الحروف کی تحریروں کو بڑی نمایاں صورت میں شائع کرنے کے عمل سے اس طرح کا تاثر دینا شروع کر دیا جیسا کہ سعادت ناسخ سیفی کا نہیں راقم التحریر کا ہے۔ جناب سدیدی کے مجھ کو نوازنے کی روش پر الحاج ناسخ سیفی نے کبھی اعتراض نہ کیا سعادت سے متعلق امور کی انجام دہی کے لیے اگر جناب حکیم آزاد شیرازی نے اپنی صحافیانہ مہارت و اہلیت کا مظاہرہ کیا تو وہ ان کی کارکردگی پر بھی کبھی معترض نہ ہوئے۔ اسی طرح جناب علی محمد ماہی جناب حافظ اکرام اختر جب سعادت کے دفتر میں وقت دیتے تھے تو ناسخ سیفی ان سے بھی کبھی نہ الجھے۔ سید محمد یوسف شاہ جو میونسپل کمیٹی میں ملازم تھے وہ کسی اور نام سے سعادت میں معاوضہ پر وقت دیتے تھے۔ ناسخ سیفی اور یوسف شاہ مذکور کے نظریات و عقائد میں بُعد المشرقین تھا لیکن اس کے باوجود مدیر موصوف نے اپنی منکسر المزاجی کی وجہ سے ان سے نبھا کر لیا۔

دفتر کے بعض کاتب لگاتار برسوں ناسخ سیفی مرحوم کے ساتھ رہے اور بڑی دلجمعی سے کام کرتے رہے اور کبھی کوئی حرف شکایت زبان پر نہ لاتے ڈیلی بزنس کے مالک و مدیر چوہدری شاہ محمد مرحوم غریب کے چوہدری ریاست علی آزاد مرحوم عوام کے حضرت خلیق قریشی اور الحاج ناسخ سیفی میں طبائع کے لحاظ سے کوئی مناسبت نہ تھی لیکن ناسخ سیفی کے تحمل و بردباری کے نتیجہ میں

سب نے اپنے مسلک و مقصد کے لیے جس یک جہتی و اتحاد کا ثبوت دیا اس کی مثال نہیں ملتی الحاج ناسخ سیفی اپنے نجی و کاروباری معاملات کے ضمن میں جو محسوس کرتے رہے اس کا اظہار وہ اپنے خاص دوستوں کے سوا کسی سے نہیں کرتے تھے ان کی جگہ کوئی اور ہوتا تو جس طرح ہندو ترکِ سکونت کر کے بھارت چلے گئے تھے۔ الحاج ناسخ سیفی کچہری بازار میں ہونے کی وجہ سے اپنے دائیں بائیں اور آگے پیچھے نجانے کتنی بلڈنگوں اور دکانوں پر مروّجہ حربے استعمال کر کے قبضہ کر لیتے لیکن وہ مشکلات سے دوچار ہونے کے باوجود بھی اپنے معاملات میں صابر و شاکر رہے۔

یہ اللہ تعالےٰ کا فضل و احسان ہے کہ ان کے لڑکوں نے ہوش سنبھالنے کے بعد موصوف کے بازو بن کر انہیں سہارا دیا اور کچہری بازار میں "سعادت" کا دفتر رہ گیا اور پیپلز کالونی میں ان کے سر چھپانے کی جگہ بن گئی۔ ورنہ سیفی مرحوم تو شانِ بے نیازی میں سرِفہرست تھے۔

ناسخ سیفی محض "سعادت" کے مدیر و صحافی ہی نہ تھے بلکہ وہ صحیح معنوں میں عاشقِ رسول ﷺ بھی تھے۔ راقم التحریر نے جب وہ بے ریش ہوا کرتے تھے اپنی آنکھوں سے انہیں دنیا و مافیہا سے غافل ذکرِ الٰہی اور عبادت کرتے ہوئے بعض مساجد میں مشغول دیکھا انہیں شیخ الحدیث حضرت مولانا سردار احمد صاحب مدظلہم العالی کی قربت و سایہ عاطفت میسر رہا اور تعمیر جامعہ رضویہ واقع جھنگ بازار اور متعلقہ درس گاہوں کے اجرائے متعلق امور کے ضمن میں وہ اپنا کردار ادا کرنے کے لیے سرگرمِ عمل رہے لیکن بعد میں انہوں نے بعض وجوہ کی بناء پر جامعہ قادریہ رضویہ سے اپنی نسبت قائم کر لی لیکن اس کے باوجود اسی مسلک کے نقیب رہے جو موروثی لحاظ سے ان کا تھا۔

ناسخ سیفی جہاں مذہبی لحاظ سے راسخ العقیدہ صحافی تھے وہاں وہ نظریۂ پاکستان کے بھی نقیب تھے وہ عملی سیاست میں کوئی کردار ادا کرنے کی بجائے ایک اخبار کے مدیر کی حیثیت سے ملک و ملّت کی خدمت بجا لانے پر یقین رکھتے تھے۔ ناسخ سیفی نے سعادت کے صفحات کو راقم الحروف کے لیے ہمیشہ وقف کیے رکھا۔ لیکن ۳۶ برس کے دوران اپنی مالی مشکلات کے باوجود انہوں نے یہ کبھی نہ کہا کہ سعادت سے استفادہ کرتے ہو تو اس کی مالی معاونت کیوں نہیں کرتے اگر موصوف پاکستانی معاشرے کی بے راہروی پر کڑھنے اور جلنے کے عادی نہ ہوتے تو انہیں دل کا عارضہ کبھی لاحق نہ ہوتا۔ موصوف ہمیشہ یہی کہتے ہوئے پائے گئے کہ ہماری قوم کے افراد اتنے احسان فراموش کیوں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر نعمت سے نوازا ہے لیکن یہ اتنا بھٹک چکے ہیں کہ انہیں یہ احساس تک نہیں ہوتا کہ اگر ان کی بداعمالیوں کے نتیجہ میں باقیماندہ ملک بھی ختم ہو گیا تو ان کا کیا بنے گا۔

وہ راسخ العقیدہ ہونے کی وجہ سے منافقت سے کام لینے کو گناہ سمجھتے تھے اور یہ انسان کی بہت بڑی خوبی ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ جب راقم التحریر نے باتوں ہی باتوں میں یہ کہا کہ آپ کو بہت جلد حج کی سعادت نصیب ہو گی تو مغلظ سے پنجابی محاورہ کے ساتھ کہنے لگے کہ چھوڑو جی ادھر نان و جویں کی فکر دامن گیر رہتی ہے اور آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ ناسخ سیفی حج کرے گا۔

بات آئی گئی ہو گئی لیکن قدرت کو یہی منظور تھا کہ انہیں دیار پاک سے بلاوا آ گیا اور سرکاری اہتمام میں فریضۂ حج کی ادائیگی سے فارغ ہو کر اللہ تعالیٰ کے اس محبوبؐ کے روضۂ اقدس پر حاضری دینے کے لیے پہنچ گئے جس سے والہانہ لگاؤ کی وجہ سے وہ عاشق رسولؐ قرار پائے جو لوگ اس دنیا

میں اراضی کاروبار اور زرومال کے انبار چھوڑ کر جاتے ہیں ناسخ سیفی ان لوگوں میں سے نہیں تھے انہوں نے توحیات دوام پا جانے والی اللہ کی مقرب ہستیوں کے نقش قدم پر چلنے والی راہ اختیار کی ہوئی تھی۔ ناسخ سیفی مرحوم تو اپنی شرافت ونجابت کے مثالی نقوش چھوڑ گئے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان کے جملہ پسرانِ ارجمند عزیزم عتیق الرحمٰن، شفیق الرحمٰن، رفیق الرحمٰن، توفیق الرحمٰن، خلیق الرحمٰن، عمیق الرحمٰن، رضوان الرحمٰن وغیرہم اپنے حسن کردار وعمل سے ان کی روح کے لیے موجبِ تسکین یا اپنی غلط روی سے باعثِ آزار ہوتے ہیں۔

ہمہ گیر صحافت کا امام تسلیم کرتے ہوئے غلام نبی کلّو نے ناسخ سیفی کے بارے میں نوجوان نسل کو ان الفاظ میں آگاہ کرایا ہے کہ :-

جناب الحاج امام بخش ناسخ سیفی مجسمۂ شرافت نیک سیرت اعلیٰ صفات کے حامل قیام پاکستان کی تاریخ جدوجہد کا ایک مستقل باب اور دانشور تاریخی قصبہ کمالیہ سے تعلق رکھنے والے تاریخ ساز صحافی کی وفات سے صحافت کا ایک دور ختم ہو گیا۔ جناب سیفی نے سیاست اور صحافت کا اظہار مسلم لیگ سے کیا۔ اور اپنی صحافت کا مرکز لاہور، کراچی کی بجائے لائلپور کو بنایا پورے پاکستان میں یہ شرف صرف لائلپور کو حاصل تھا کہ یہاں سے چار روزنامے اور ۵ کے قریب ہفت روزہ جرائد اور متعدد رسالے شائع ہوتے تھے لیکن ساندل بار کی علاقائی صحافت کو مستقل بنیادیں فراہم کرنے کا اعزاز جناب ناسخ سیفی کو حاصل ہے۔ میں نے جناب سیفی کے قریبی دوستوں سے سُنا تھا کہ ایک وقت ایسا بھی تھا کہ جناب سیفی کتابت سے لے کر سٹاف رپورٹر، نیوز ایڈیٹر ادارت اور پرنٹنگ تک کا کام خود ہی کیا کرتے تھے اس کے بعد انہیں بابائے کتابت

بابا عالم خان کا تعاون حاصل ہوا جو کتابت کے ساتھ منیجر اور کالم نویسی کے فرائض بھی انجام دیتے تھے اس کے بعد جناب آزاد شیرازی رانا اختر اور حضرت اختر سدیدی کا عملہ ادارت میں اضافہ ہوا۔

یہ دور روزنامہ سعادت کا سنہری دور کہلاتا ہے کیونکہ سعادت اخبار کو سرکاری و نیم سرکاری اداروں کے علاوہ تعلیمی اداروں اور لائبریریوں میں پذیرائی حاصل تھی مگر بعد میں جب حکمران جماعت میں گروہ بندی ہو گئی اور جماعت پر جاگیرداروں اور افسر شاہی نے غلبہ حاصل کر لیا اور مسلم لیگ کے کارکنوں کو متروکہ جائیدادوں کی لوٹ کھسوٹ میں الجھا کر خوشامدی ٹولہ میں شامل کر لیا گیا مگر جناب سیفی صاحب نے جو قیام پاکستان کی جدوجہد کے ایک مخلص سپاہی تھے کسی بھی دھڑے کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا جہاں مسلم لیگ کے کارکنوں نے کوٹھیاں بنگلے فیکٹریاں متروکہ دکانیں اور زرخیز اراضیات کے بڑے بڑے قطعات حاصل کیے وہاں جناب سیفی صاحب نے اپنے اخبار روزنامہ سعادت کے نام پر دفتر کے لیے بھی کوئی جگہ الاٹ کرانا مناسب خیال نہ کیا۔ سیفی صاحب جو ادارۂ سعادت کے مالک و ایڈیٹر تھے اور ادارتی نوٹ لکھنے میں اکثر اخبار نویسوں سے بہتر صفات کے حامل تھے۔ دراصل قیام پاکستان کی جدوجہد کا صلہ حاصل کرنے کو وطن سے محبت کے منافی خیال کرتے تھے۔ میں نے جب ادارہ سعادت میں کام شروع کیا ان دنوں ادارہ کی مالی حالت بہتر نہ تھی یہ وہ دور تھا جب مسلم لیگ اندرونی دھڑے بندی افسر شاہی کی سازشوں اور سامراج نواز جاگیرداروں اور گماشتہ سرمایہ داروں کی کشمکش کا شکار ہو کر اقتدار سے محروم ہو گئی تھی اور مرکز میں آئے روز سیاسی تبدیلیوں کی وجہ سے مقامی اخبارات بحران کا شکار ہو گئے تھے لاہور اور کراچی سے شائع ہونے والے اخبارات قومی سطح پر ابھر رہے تھے کیونکہ ہر گماشتہ سرمایہ دار اور مرکزی سیاسی دھڑے سامراجی لابیاں قومی سطح کے اخبارات

کی مدد کرتی تھیں لہٰذا علاقائی اخبارات کا مالی بحران کی زد میں آنا قدرتی امر تھا اس صورت حال میں بھی تاریخ سیفی صاحب نے ہمت نہ ہاری اور آخر کار مالی بحران پر قابو پا کر ادارہ سعادت کو جدید تقاضوں کے مطابق ڈھالنے میں کامیاب ہو گئے ۱۹۵۸ء سے قبل میں جناب سیفی صاحب کے بارے میں بہت کم جانتا تھا کبھی کبھار کسان کمیٹی یا نیشنل عوامی پارٹی کی خبروں کے بلیٹن لے کر اخبارات کے دفتر میں جاتا تو سیفی صاحب سے دعا وسلام کے علاوہ کوئی بات چیت کیے بغیر دفتر سے فوری نکل جاتا کیونکہ میرا خیال تھا کہ سیفی صاحب دوسرے مسلم لیگی کارکنوں کی طرح جاگیرداروں کے حامی ہوں گے اور ان سے بات چیت کا کوئی فائدہ نہیں۔ سیفی صاحب غالباً جانتے تھے کہ ۱۹۵۰ء سے قبل میں بھی مسلم لیگ کا ایک معمولی کارکن تھا لہٰذا انہوں نے ہماری کسان تحریک کی بہت حمایت کی اور آپ نے اخبار سعادت میں ہمارے موقف کو وضاحت سے پیش کیا ان دنوں میں رانا حبیب الرحمٰن کامریڈ فضل الٰہی قربان صوفی اللہ داد اور انور چوہدری کے ساتھ مل کر پاکستان کی بنیاد پر کسان محاذ منظم کرنے کی کوشش کر رہا تھا رانا حبیب الرحمٰن مرحوم کی کوششوں سے جڑانوالہ میں ایک زبردست کسان کانفرنس منعقد کی جس میں چالیس ہزار سے زائد کسانوں نے شرکت کی تھی اور سردار رشید کی وزارت کے خلاف چکو سے لاہور تک کسانوں کا ایک پیدل جلوس بھی لے کر گئے تھے ادارہ سعادت نے ہماری ان کوششوں کی کھل کر حمایت کی اور اسی دوران جناب سیفی صاحب سے میری مختصر اور مفید بات چیت بھی ہوئی اس بات چیت کے دوران جناب سیفی صاحب نے بتایا کہ وہ سامراج نواز جاگیرداروں اور گماشتہ سرمایہ داروں کے سخت خلاف ہیں۔ آپ نے میری اس بات سے اتفاق کیا کہ مسلم لیگ بڑے بڑے جاگیرداروں، نواب زادوں اور افسر شاہی کی ہوس اقتدار کا شکار ہو کر اپنا عوامی کردار مسخ کر بیٹھی ہے اور مقدس وطن

کو انگریزوں کی جگہ امریکہ کی نوآبادی بنادیا گیا ہے۔ مسلم لیگ کے مخلص کارکن آزادی کے پروانے قیام پاکستان کی جدوجہد کے مخلص سپاہی مایوسی کا شکار ہو گئے ہیں۔ قیام پاکستان کی مخالفت کرنے والے یونینسٹ جاگیردار اور مذہبی علماء نظریہ پاکستان کی من مانی تشریحات کر کے جدید نوآبادیاتی نظام کو رواج دے کر پاکستان کی آزادی خود مختاری اور سالمیت کو خطرے میں ڈال رہے ہیں اور پاکستان کی خوشحالی کو چند جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے بنگلوں تک محدود کر دیا ہے جس سے مقدس وطن کے کروڑوں عوام آزادی جمہوریت اور مساوات کے ثمرات سے محروم ہو رہے ہیں جناب ناسخ سیفی نے آبدیدہ ہو کر کہا کہ اگر قائد اعظم محمد علی جناح ایک دو سال تک مزید زندہ رہتے تو پاکستان کو جاگیرداری کی لعنت سے نجات مل جاتی اور ملک کو ایک جمہوری آئین بھی مل جاتا۔ تمہاری کسان تحریک بھی ان ہی مقاصد کے حصول کے لیے جدوجہد کر رہی ہے اس لیے ادارۂ سعادت اس کی حمایت کرنا اپنا فرض تصور کرتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ لائلپور کے چاروں بزرگ صحافی جناب ناسخ سیفی (سعادت) جناب چوہدری شاہ محمد عزیز (ڈیلی بزنس) جناب چوہدری ریاست علی آزاد (غریب) اور جناب خلیق قریشی مرحومین کا میں انتہائی احترام کرتا ہوں جنہوں نے ضلعی مقام پر قومی صحافت جیسا مشکل کام سر انجام دیا۔ چاروں ادارے جاگیرداری نظام کے سخت مخالف تھے کسانوں کی حمایت کرتے تھے۔ کسانوں کے مسائل جس میں سیم و تھور محصول چونگی، گنے کے نرخ بڑھانے اور دوسری اجناس کی قیمتوں میں کمی اور کھاد کی قیمتوں میں اضافہ کے خلاف دیہات میں سڑکیں، سکول شفاخانے قائم کرنے کے مطالبات کی حمایت کرتے تھے۔ مزدوروں کے مسائل کے سلسلہ میں بھی ہماری تحریک کی مدد کرتے تھے چاروں صحافیوں کا تعلق مسلم لیگ سے تھا ناسخ سیفی صاحب مسلم لیگ کے ایک خاموش اَن تھک اور مخلص ترین کارکن تھے۔ اپنی

تشہیر کو وہ ہرگز پسند نہیں کرتے تھے جمعیت العلمائے پاکستان کے علماء کی سرگرمیوں
کو نمایاں جگہ دیتے تھے بلکہ اخبار کی بنیادی پالیسی کے طور پر مسلک اہلِ سنّت کو
بہت اہمیت دیتے تھے۔ جن دو بڑے بڑے جید علماء کے بیانات قومی جرائد میں
سنگل کالم سے زیادہ جگہ نہیں پاتے تھے ان کے بیانات ادارہ سعادت کے صفحہ
اوّل پر نمایاں جگہ حاصل کرتے تھے مگر جیسے ہی مرکز میں سیاسی حمایت کے لیے علماء
کو اہمیت ملی اور قومی اخبارات میں نمایاں جگہ پر ان کے بیانات شائع ہونے لگے
تو انہوں نے ادارہ سعادت سے منہ موڑ لیا بلکہ افسوس اس بات کا ہے کہ ادارہ
سعادت کی سیڑھی سے ایوانِ بالا تک رسائی پانے والے اکثر علماء جناب ناظم سیفی
صاحب کے نمازِ جنازہ میں شرکت تو کیا تعزیت تک کے لیے تشریف نہیں لائے
اور نہ ہی تعزیتی بیانات جاری کیے۔

ادارہ سعادت میں میرا شریک ہونا بھی عجیب اتفاق ہے۔ میں سوچ بھی نہیں
سکتا تھا کہ جناب سیفی صاحب کے ادارہ سعادت میں مجھے کام کرنے کا موقع ملے گا
کیونکہ میرے اور قبلہ سیفی صاحب کے نظریات میں مکمل یکسانیت نہیں تھی۔

۱۹۵۸ء میں جب ایوب خان نے مقدس وطن پر مارشل لاء نافذ کر دیا اس
وقت ملک فیروز خان نون وزیراعظم تھے وہ اکتوبر/نومبر ۱۹۵۸ء کے عام انتخابات
کی تیاریوں میں مصروف تھے کہ ان کی حکومت برطرف کر دی گئی۔ اسمبلی توڑ دی گئی اور
عبوری آئین جو ۱۹۵۶ء کو چوہدری محمد علی نے مرکزی اسمبلی سے منظور کرایا تھا منسوخ
کر دیا گیا۔ تمام جماعتوں کو کالعدم قرار دیدیا گیا اور ہماری کسان کمیٹی بھی اس کی زد میں
آگئی۔ ہم لوگ گرفتاری سے بچ گئے اور نئے محاذوں کی تلاش میں مصروف ہو گئے
اسی دوران میں اکثر لائل پور آیا کرتا تھا اور اپنے دوست سلطان شاہد اور قمر لدھیانوی
سے ملاقات کیا کرتا تھا جو اکثر رات کو گھنٹہ گھر کے سایہ میں ہوتی تھی۔

ایک روز سلطان شاہد نے گفتگو کے دوران اچانک مجھ سے سوال کیا کہ کیا تم اخبار میں کام کرنا پسند کرو گے۔ میں نے جواب دیا کہ میں کوئی لکھاری نہیں ہوں۔ لکھنے کا کام تو ۱۹۴۷ء سے چھوڑا ہوا ہے خط پتر کے علاوہ کبھی کچھ نہیں لکھا البتہ ایک سیاسی کارکن ہونے کی حیثیت سے اخبار پڑھنے کا چسکا ہے وہ مجھے اسی وقت (شام کا وقت تھا) بازو سے پکڑ کر سعادت اخبار کے دفتر میں لے گئے۔ اتفاق سے جناب سیفی صاحب موجود تھے جاتے ہی سلطان شاہد نے اونچی آواز میں سیفی صاحب سے کہا کہ لیجئے! یہ کسان اخبار نویس آگیا ہے یہ آپ کے دفتر میں کام کریگا جناب سیفی صاحب نے مجھے انتہائی شفقت سے دیکھا اور کہا کہ انہیں تو میں بہت عرصہ سے جانتا ہوں۔ اگر یہ کام کرنا چاہتے ہیں تو آج ہی سے شروع کر دیں البتہ انگریزی کا تھوڑا سا امتحان لینا ہے کیونکہ ہم ابھی تک انگریزی سے جان نہیں چھڑا سکے۔ میں نے آہستہ سے کہا کہ انگریز ابھی گئے نہیں امریکی پہلے ہی آگئے ہیں سیفی صاحب نے برجستہ جواب دیا کہ انگریز فوجی طاقت سے حکومت کرتا تھا مگر امریکی سرمایہ اور سی آئی اے کی مدد سے حکومت کرتی ہے ان سے جان چھڑانا انگریزوں سے بھی مشکل کام ہے میں سیفی صاحب کی یہ سامراج دشمن بات سن کر بہت خوش ہوا اور کہا کہ سیفی صاحب میں آپ کے ادارہ میں کام کر سکتا ہوں۔ سیفی صاحب نے پاکستان ٹائمز کی ایک خبر پر نشان لگا کر مجھے کہا کہ اس کا ترجمہ کر دو میں انگریزی میں کمزور ہوں۔ مگر انگریزی اخبارات کی خبریں سمجھ لیتا ہوں۔ لہذا میں نے اس نشان زدہ خبر کا ترجمہ کر کے سیفی صاحب کو دکھایا تو انہوں نے مجھ سے ایک درخواست لکھوائی اور کہا کہ تم آج ہی سے ادارہ سعادت میں شامل ہو لہذا کام شروع کر دو۔ میں نے سیفی صاحب کے کہا کہ آپ کے نظریات سے آگاہ ہوں اس سے کہیں ادارہ سعادت کو نقصان نہ پہنچے۔ جواب میں جناب سیفی صاحب نے فرمایا کہ بنیادی طور پر انسان کو

دیانت دار ہونا چاہیے۔ ہم جو کچھ دیکھتے ہیں اسے دیانت داری سے پیش کر دینا چاہیے
میرے اور تمہارے نظریات اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ دن کو رات اور
رات کو دن کہا جائے البتہ تمہارا عقیدہ تمہیں مبارک۔ میں تمہارے عقیدے اور
سیاسی کام میں کوئی مداخلت نہیں کروں گا چنانچہ ایسا ہی ہوا میں نے سٹاف رپورٹر
نیوز ایڈیٹر حتیٰ کہ ایڈیٹر انچارج تک کی حیثیت سے ۴ سال تک کام کیا۔ میں
ون یونٹ کا سخت مخالف تھا اور ایوب کی فوجی آمریت کے بھی خلاف تھا۔ سیفی
صاحب ون یونٹ کے پُرجوش حامی تھے لیکن کنونشن لیگ شامل نہیں تھے مگر ایوب
حکومت کی حمایت کرتے تھے میں ون یونٹ کے خلاف بیانات اور خبریں ڈھونڈ
ڈھونڈ کر لاتا تھا اور شائع کرتا مگر اس کا جناب سیفی صاحب نے کبھی بُرا نہ مانا۔ ایوب
حکومت کی مخالفت کرنے اور یونیورسٹی آرڈی ننس کی مخالفت کرنے پر کراچی
یونیورسٹی کے ۱۲ طلبہ کو جن میں حسین نقی کراچی یونیورسٹی کے جنرل سیکرٹری بھی تھے۔
ان طلبہ کو گورنر ملک امیر محمد خان نے کراچی بدر کر دیا تھا جب وہ لائل پور آئے تو
میں نے انہیں دفتر سعادت میں استقبالیہ دیا اور جناب سیفی صاحب نے اس
استقبالیہ کے اخراجات برداشت کیے اور اس کام میں میرے ساتھ پورا تعاون کیا۔
ملک امیر محمد خان کے خلاف پریس آرڈی ننس کی مخالفت میں صحافیوں نے جلوس
نکالا میں نے اس میں نعرہ زنی کی اس پر مقامی انتظامیہ نے ٹیلی فون کر کے سیفی
صاحب سے ناراضگی کا اظہار کیا مگر سیفی صاحب نے مجھے کچھ کہنے سے انکار کر دیا۔ جبکہ
پورے صحافتی حلقوں میں قریشی کو گولی مار کر ہلاک کرنے کے واقعہ سے وحشت
پھیلی ہوئی تھی۔

۱۹۶۰ء کے قریب میں نے مجید انامی حیدر چودھری علی محمد ماہی، سردار محمد اختر
بن یامین بشیر قریشی، اشرف، قمر لدھیانوی رفعت ہاشمی کی مدد سے صحافیوں کی یونین

بننے کی کوشش کی۔ اخبارات کے مالکان ہمارے سخت خلاف ہو گئے مگر جناب سیفی صاحب نے میرے اس کام کی تائید کی اور جب یونین رجسٹرڈ ہو گئی اور پریس کلب بن گئی پھر اس کے لیے گرانٹ بھی منظور کر لی گئی۔ میں ان دنوں پریس کلب کا سیکرٹری تھا اخبارات کے مالکان نے پریس کلب کا ممبر بننے کی درخواست کی میں نے پریس کلب اور یونین کے آئین کی رو سے یونین کی مجلسِ عاملہ کے ذریعہ مالکان کو پریس کلب کا رکن بنانے سے انکار کر دیا۔ اخبارات کے مالکان اس پر بہت ناراض ہوئے۔ میرا خیال تھا کہ جناب سیفی صاحب آج مجھے فارغ کر دیں گے۔ مگر شام کو جب میں دفتر گیا تو سیفی صاحب نے میرے ساتھ کسی قسم کی کوئی بات نہ کی۔ اور جب میں کام سے فارغ ہوا تو سیفی صاحب نے مجھے کہا کہ پریس کلب کے بارے میں تمہارا موقف درست ہے ہمیں پریس کلب کا رکن بننے کی ضرورت نہیں جب کہ ہماری اپنی تنظیم ایڈیٹرز کونسل موجود ہے۔

غالباً ۱۹۶۳ء کا واقعہ ہے محکمہ شہری بحالیات کے بارے میں میں نے ایک خبر روزنامہ سعادت میں شائع کر دی جس پر انتظامیہ بہت پریشان ہوئی۔ سٹی مجسٹریٹ اعجاز احمد حیبر کے ذریعے مجھے عدالت میں طلب کیا گیا اور خبر کا ماخذ بتانے پر اصرار کیا گیا میں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا جس پر سٹی مجسٹریٹ نے مجھے کہا کہ ایک گھنٹہ کی مہلت ہے سوچ کر بتاؤ۔ ایک گھنٹہ کے بعد میں نے پھر وہی جواب دیا۔ اسی دوران سیفی صاحب بھی کمرۂ عدالت میں پہنچ گئے اور میری مکمل حمایت کی اور مجھے اشارہ کیا کہ خبر کا ذریعہ بتانا صحافتی اصولوں کے قطعی خلاف ہے۔ اخبار نویس قید کاٹ سکتا ہے۔ پولیس تشدد برداشت کر سکتا ہے مگر خبر کا ماخذ نہیں بتا سکتا۔ میں نے سیفی صاحب سے کہا کہ میں نے ایسا ہی کیا ہے جس پر انہوں نے مجھے تھپکی دی اور کہا کہ ڈٹ جاؤ اور کوئی فکر نہ کرو۔ یہ کیس تمہارے خلاف نہیں میرے خلاف بھی

بنے گا کیونکہ میں پرنٹر پبلشر ہوں۔

فیلڈ مارشل ایوب خان نے جب عوام سے یکطرفہ اعتماد کا ووٹ حاصل کرنے کے لیے بی ڈی اراکین کو استعمال کیا تو میں نے اس کے خلاف مہم میں بھرپور حصہ لیا مگر سیفی صاحب نے کوئی تعرض نہ کیا۔ البتہ مادرِ ملت نے جب صدارت کے لیے ایوب کا مقابلہ کیا تو اس وقت انتظامیہ کا دباؤ انتہائی شدت اختیار کر گیا اور میں نے اُسے بھانپ لیا تھا۔

لہٰذا اگلے روز اپنا استعفےٰ لکھ کر جناب سیفی صاحب کی میز پر رکھ کر چلا گیا اور پورے ایک سال بعد ایک روز اچانک کچہری بازار میں جناب سیفی صاحب نے مجھے پکڑ لیا اور دفتر لے گئے اور کہا کہ تم نے اپنی مرضی سے استعفیٰ دیا مگر ایک سال تک واپس نہیں آئے اب دوبارہ کام شروع کردو اور میں نے پھر سے کام شروع کر دیا اس طرح ہمارے درمیان باہمی اعتماد کی فضا بدستور قائم رہی کارکن صحافیوں کے اوقات کار اور اُجرتوں کے تعین کے لیے حکومت نے ویج بورڈ بنایا جس کے سربراہ جسٹس سجاد احمد جان تھے انہوں نے پورے ملک کا دورہ کیا اور کارکن صحافیوں سے ان کے مسائل کے بارے میں بات چیت کی اس سلسلہ میں آپ لائلپور بھی تشریف لائے اور سرکٹ ہاؤس میں جناب حمید انامی کی قیادت میں صحافیوں کے وفد نے ان سے ملاقات کی۔ اس وفد میں مَیں بھی شامل تھا ایک طرف اخبارات کے مالکان اور دوسری طرف کارکن صحافی بیٹھے تھے ہم نے کھل کر بات کی اور بتایا کہ کارکن صحافیوں کا کوئی ریکارڈ نہیں ہے۔ ویج اور اوقاتِ کار کا بھی کوئی متعین نہیں ہے۔ اخبارات کے مالکان اس بات سے بہت ناراض ہوتے میرا بھی یہ خیال تھا کہ سیفی صاحب سے اب کھلا تضاد ہو گیا ہے اب مجھے دفتر میں برداشت نہیں کریں گے مگر انہوں نے کوئی جواب طلبی نہ کی بلکہ دفتر میں مجھ سے گفتگو کے دوران فرمایا کہ آپ لوگوں کا

موقف درست ہے مگر ہم میں اور لاہور کے اخبارات میں بہت بڑا فرق ہے۔ اگر حکومت ہمیں مرکزی اخبارات کی طرح اشتہارات فراہم کرے تو ہم آج ہی سے ویج بورڈ پر عمل شروع کر دیں گے تم ادارہ کی مالی حالت کو جانتے ہو اس کو سامنے رکھ کر جو بھی بات کرنا ہے کرو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

کسان تحریک اور مزدور تحریک میں عملی حصہ لینے کی وجہ سے مقامی انتظامیہ میرے سخت خلاف تھی اور جب کبھی گورنر اور سربراہ مملکت دورہ فیصل آباد آتے تو سیکرٹری کو میرے لیے خصوصی انتظامات کرنا پڑتے ایک روز گورنر ملک امیر خان لائلپور تشریف لائے ہوائی اڈے پر اخبار نویسوں سے بات چیت کرنا تھی جب ہم ہوائی اڈہ پہنچے تو سیکورٹی نے مجھے اندر جانے سے روک دیا جس پر میں نے احتجاج کیا اس پر دوسرے تمام کارکن صحافی بھی میرے احتجاج میں شامل ہو گئے اس وقت منصور عاقل انفرمیشن آفیسران کی مداخلت سے معاملہ رفع دفع ہو گیا مگر گورنر کے جانے کے بعد مقامی انتظامیہ نے جناب سیفی صاحب پر دباؤ ڈالا کہ وہ مجھے ادارہ سعادت سے الگ کر دیں مگر سیفی صاحب نے جھکنے سے انکار کر دیا اور میرے خلاف کوئی کارروائی نہ کی انتخابی مہم کے دوران صدر ایوب خان نے ریلوے اسٹیشن لائلپور میں ایک انتخابی جلسہ سے خطاب کیا اس موقع پر بھی میرے خلاف سخت کارروائی کی گئی تھی مگر انتظامیہ سے غلطی یہ ہوئی کہ انہوں نے خلیق قریشی صاحب کو بھی پریس گیلری میں جانے سے روک دیا جس پر میری بات بن گئی اور ہم سب نے اس تقریب کا بائیکاٹ کرنے کا اعلان کیا۔ جس پر چیف سیکورٹی آفیسر نے ہمیں خود پریس گیلری پہنچایا اور میرے آگے پیچھے کمانڈوز بٹھا دیئے گئے آپ اس واقعہ سے جناب ناسخ سیفی صاحب کی جرأت اور بے باکی کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ انہوں نے میرے جیسے سرکار ناپسندیدہ آدمی کو اپنے ادارہ میں نہ صرف جگہ دے

رکھی تھی بلکہ میرے انسانی حقوق کا تحفظ بھی کرتے تھے۔ جناب سیفی صاحب کی شرافت کو بعض لوگ کمزوری تصوّر کرتے تھے مگر بات بالکل اس کے برعکس تھی آپ انتہائی دلیر بے باک اور نڈر صحافی تھے اکثر لوگ مقامی کی عملی مشکلات کو بہت کم جانتے ہیں مگر قبلہ سیفی صاحب کے قدم کسی بھی مقام پر نہ ڈگمگائے یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ ادارہ سعادت اسلامی فکر کی تبلیغ کے باوجود فرقہ پرستی میں ملوث نہ ہوا۔ سرکار کی حمایت کے باوجود ادارہ سعادت زبردست مالی بحرانوں سے گذرا کبھی کبھی تو ایسا بھی ہوتا تھا کہ اخبار اشاعت کے لیے تیار ہے مگر کاغذ نہیں یا پریس خراب ہو گیا ہے اور پریس کی مرمت کے لیے پیسے نہیں ہیں میں اس صورتحال سے بہت پریشان ہوتا تھا ایک دن میں نے سیفی صاحب سے معذرت کے ساتھ پوچھا کہ آپ کا ادارہ جب سرکاری پالیسی کا ترجمان ہے تو آپ سرکاری امداد حاصل کیوں نہیں کرتے جناب سیفی صاحب تھوڑی دیر خاموش رہے اور پھر گویا ہوئے کہ ایک تو یہ تاثر غلط ہے کہ ادارہ سعادت سرکاری پالیسی کا ترجمان ہے یہ درست ہے کہ میں مسلم لیگ کی سیاست سے اتفاق کرتا ہوں مگر اس کے عوض کسی قسم کی امداد حاصل کرنا صحافتی اصولوں کے منافی تصوّر کرتا ہوں انہوں نے بتایا کہ حکیم ملک شریف میرے دوست ہیں وہ کبھی کبھار میرے ساتھ تعاون کرتے ہیں علاوہ ازیں مجھے اختر سدیدی جنرل منیجر سردار احمد نذیر محمد دین کاتب کا تعاون حاصل ہے ان حالات میں مجھے کسی قسم کی امداد کی ضرورت نہیں ہے لائل پور ملک کا تیسرا بڑا صنعتی شہر تھا جس کا ایک صنعت کار یوسف سہگل وہ روزنامہ وفاق جاری رکھنے میں ناکام رہا لیکن سیفی صاحب جیسے مردِ قلندر صحافتی میدان میں کامیابی سے آگے بڑھتے رہے ادارہ سعادت ملک کو صنعتی بنانے کی زبردست وکالت کرتا تھا اور صنعت کاروں کی اس کوشش کو حب الوطنی اور عوام دوستی قرار دیتا تھا مگر ان صنعتی سرمایہ داروں سے کسی مالی امداد قبول نہیں کرتا تھا جب لاہور سے روزنامہ

سعادت جاری کیا تو ادارہ سعادت میں کام بہت بڑھ گیا اس پر سیفی صاحب نے ایک سب ایڈیٹر رکھنے کی اجازت دیدی اور مجھے کہا کہ جلد از جلد اس اسامی کے لیے کوئی آدمی مہیا کرو۔ بندا میں اپنے دوست تنویر جیلانی کو دفتر سعادت لے گیا تنویر لائلپور کا ایک نوجوان ترقی پسند انقلابی شاعر تھا سیفی صاحب نے انہیں بہت پسند کیا اور ادارہ سعادت میں سب ایڈیٹر کے طور پر کام کرنے کی اجازت دے دی تنویر جیلانی نے ادارہ سعادت کا ادبی ایڈیشن بساطِ ادب انتہائی کامیابی سے چلایا۔

تنویر جیلانی کی ادارہ سعادت میں شمولیت کے بعد مجھے بڑی فرصت ملی۔ لہٰذا میں نے پاکستان مزدور کسان پارٹی میں جنرل سیکرٹری کے عہدہ پر کام شروع کر دیا۔ سیفی صاحب فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے جا چکے تھے ان کے (۱۹۷۲ء) واپس تشریف لانے پر میں نے باہمی رضامندی سے علیحدگی اختیار کر لی لیکن اس کے بعد باہمی رابطہ قائم رہا یہاں تک کہ خان کے جیسے جان لیوا مرض میں مبتلا ہونے سے ایک روز قبل محترم سیفی صاحب سے میری مشاورتی بات چیت ہوئی مجھے کیا خبر تھی کہ یہ ہماری آخری مشاورت ہوگی۔

میں اب سوچتا ہوں کہ دنیائے صحافت میں جناب سیفی صاحب جیسا بے غرض بے لوث وطن پرست انسان دوست اخبار نویس ہو سکتا ہے اس بھرے میلے میں اب مجھے ایسا کوئی نظر نہیں آتا بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ تاریخ سیفی کی وفات سے برصغیر کی صحافت کا ایک پورا دور ختم ہو گیا ہے میرے پاس الفاظ نہیں اور نہ ہی میں انشا پرداز ہوں ورنہ سیفی صاحب کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے ہزاروں صفحات پر مشتمل کتاب مرتب کرتا۔ میں نے صرف چند ایک واقعات اپنے سادہ انداز میں سپردِ قلم کر دیئے ہیں تاکہ یہ بات ثابت ہو جائے کہ دنیا میں ایسے

وردِ دل رکھنے والے انسان بھی ہوتے ہیں جو مخالف نظریات کو اس حد تک برداشت
کر سکتے ہیں میرا کوئی ادارہ سعادت میں حصہ نہیں تھا اور نہ ہی میں کسی ایسی جماعت
سے متعلق تھا کہ ادارہ کو مالی معاونت حاصل ہوتی میں ادارہ کا احسان مند ہوں
کیونکہ ادارہ نے میرے نظریات کا پرچار کیا بلکہ اُجرت کی شکل میں میری مالی اعانت کی
جناب سیفی صاحب نے تمام زندگی ملک و قوم کی بے لوث خدمت کی اور پاکستان
کی خود مختاری آزادی سالمیت اور خوشحالی کے لیے کام کرتے رہے۔

روزنامہ سعادت نہ صرف ایک اخبار بلکہ سائلپور کی صحافتی ادبی اور سیاسی
ادوار کی ایک یادگار تاریخ کی حیثیت رکھتا ہے روزنامہ سعادت نے اپنی صحافتی
زندگی کے پچاس سال پورے کر لیے ہیں اگر یہ کہا جاتے کہ روزنامہ سعادت
لائلپور کا جس کا نام اب فیصل آباد ہے اس کی ۵۰ سالہ تاریخ کا امین ہے تو غلط
نہ ہوگا روزنامہ سعادت میں صحافت کی تربیت حاصل کر کے کئی ایک کارکن صحافی
قومی اخبارات میں کام کرنے کا شاندار ریکارڈ قائم کیے ہوتے ہیں اس لحاظ سے
روزنامہ سعادت کو صحافت کی ابتدائی اور عملی تربیت کے مرکز کی بھی حیثیت حاصل
ہے۔ روزنامہ سعادت گو ایک خاص مکتبۂ فکر کا ترجمان بھی ہے۔ مگر اخبار کا نیوز
سیکشن صحافت کی معروف قدروں پر عمل پیرا رہا ہے اخبار کے مدیر اعلیٰ جناب الحاج
ناسخ سیفی مرحوم جو خود ایک کارکن صحافی تھے بلند حوصلہ اور اعلیٰ ظرف رکھتے تھے
اور صحافت کی اعلیٰ قدروں کے امین تھے انہوں نے ادارہ سعادت میں ایسے کارکن
صحافیوں کو جنہوں نے ایڈیٹر، نیوز ایڈیٹر، سٹاف رپورٹر اور سب ایڈیٹر کی حیثیت
سے کام کیا عزیز رکھا جو ان کے ہم خیال نہیں تھے ان میں آزاد شیرازی لطیف آثر
اختر رانا سلطان شاہد راقم غلام نبی کلو، رفعت ہاشمی حافظ اکرام اختر، علی محمد باجی
ماسٹر ظفر، تنویر جیلانی اور اختر سدیدی شامل ہیں۔ ان میں سے بیشتر صحافی مسلم لیگ

کی سیاست سے اتفاق نہیں رکھتے تھے اس کے باوجود ناسخ سیفی نے باہمی مشاورت سے کام جاری رکھا یہ بات ان کے اعلیٰ حسنِ سلوک اور اعلیٰ ظرفی کا زندہ ثبوت ہے۔

جناب ناسخ سیفی نے ہفت روزہ سعادت کا آغاز ۱۹۳۰ء میں لائلپور کے ایک معروف تاریخی قصبہ کمالیہ سے کیا جو ایک تاریخ رکھتا ہے مگر ان دنوں کمالیہ کی حیثیت ایک بڑے گاؤں سے زیادہ نہ تھی یہ عمل بھی جناب ناسخ سیفی کے صحافتی اور ادبی ذوق کا ایک مثالی کارنامہ ہے۔ بہت سے لوگ جانتے ہیں کہ ان دنوں انگریز کا اقتدار عروج پر تھا۔ تحریک آزادی ابتدائی مراحل سے گزر رہی تھی۔ صحافت سیاست تجارت، معیشت اور سروسز پر ہندوؤں کا غلبہ تھا۔ پورے برِصغیر پاک و ہند میں صحافتی میدان میں مسلمان چند ایک تھے۔ اس صورتحال میں ہفت روزہ سعادت کا اجراء ایک جراتمندانہ کارنامہ تھا۔ قائدِاعظم محمد علی جناح کی آواز پر لبیک کہنے والا ناسخ سیفی صحافت کے اس پُرخار میدان میں تنِ تنہا مصروفِ عمل ہو گیا۔ ابتدائی ایام میں جناب سیفی مدیرِ اعلیٰ سے لے کر کتابت اور ڈاک کی ترسیل کا کام خود ہی کرتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد انور نظامی، غلام رسول انور عبدالستار بھٹی مدیر معاون کی حیثیت سے ادارۂ سعادت میں ناسخ سیفی کے ساتھ کام کرتے رہے۔

۱۹۴۵ء میں ہفت روزہ سعادت کی اشاعت لائلپور سے شروع کر دی گئی کمالیہ سے لائلپور منتقل کے بعد سعادت نے روزنامہ کی حیثیت حاصل کر لی۔ ہفتہ وار اخبار سعادت کا پہلا نمبر دیکھنے کا اتفاق ہوا جس کی پیشانی پر علمی ادبی معاشرتی اور اصلاحی ہفتہ وار اخبار سعادت کمالیہ اور دونوں پر علامہ اقبال کا یہ شعر

غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوقِ یقین پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

لکھا ہوا ہے آج تو یہ شعر زبانِ زدِ عام ہے مگر انگریزی دور میں جب کہ بڑے بڑے

علماء علامہ اقبال پر فتووں کی بارش کر کے انگریزوں سے انعام وصول کرتے تھے جس سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ ہفتہ وار سعادت کا اجراء انگریزی و یہ ملزم کے خلاف کھلی باغیانہ انقلابی جدوجہد کا اعلان نامہ تھا گویا ۲۷ اگست ۱۹۳۷ء کا مبارک دن انقلاب اور قیام پاکستان کی جدوجہد کا تاریخی دن تھا اس کے بعد ۵ اکتوبر ۱۹۴۵ء کے سعادت پر نظر پڑی جس کے پہلے صفحہ پر ضلع لائلپور میں مسلم لیگ کے عظیم الشان جلسے کی کارروائی شائع کی گئی جس سے میاں ممتاز دولتانہ، سید مصطفےٰ شاہ گیلانی سید علی حسین شاہ اور راحمد نواز خاں ڈپٹی صدر مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن سالاگواں نے خطاب کیا۔ مہر محمد صادق ایڈووکیٹ مرحوم نے صدارت کی میاں ممتاز دولتانہ نے اپنی تقریر میں کہا کہ ہمیں مل کر غیر کی غلامی سے نجات حاصل کرنی چاہیئے۔ خواجہ غلام حسین ایڈووکیٹ مرحوم اور چوہدری عصمت اللہ نے بھی خطاب کیا۔ ۲۲ ستمبر ۱۹۴۵ء شمارہ نمبر ۲۶ جلد ۸ میں پنجاب پراونشل مسلم لیگ کی جنرل کونسل کے اجلاس کی کارروائی شائع کی گئی ہے مولانا مظہر علی اظہر کے اعتراضات کا دندان شکن جواب سعادت کا مسلم لیگ نمبر مورخہ ۱۵۔ نومبر ۱۹۴۵ء شمارہ نمبر ۳۳ میں قائداعظم محمد علی جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ کا ایسوسی ایٹڈ پریس آف امریکہ کو دیا گیا انٹرویو شائع کیا ہے جس میں پاکستان کی جغرافیائی حدود کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ پاکستان میں یہ تمام علاقے شامل ہوں گے۔ شمال مغربی صوبہ سرحد، صوبہ بلوچستان، سندھ اور پنجاب گویا وہ تمام صوبے جو شمال مغربی ہند میں واقع ہیں اور دوسری طرف ہندوستان کے مشرق میں دو صوبے ہوں گے بنگال اور آسام۔

## سیاسی حیثیت

پاکستان ایک جمہوری حکومت ہوگی قائداعظم نے فرمایا کہ ذاتی طور پر آپ چاہتے

ہیں کہ بڑی بڑی صنعتیں اور عمومی مفاد کے تمام شعبے قومی قرار دیئے جائیں اور پاکستان کے جتنے بھی صوبے ہیں ان کو داخلی آزادی ہو۔ بنیادی صنعتیں حکومت کے انتظام میں رہنی چاہیئے۔

قائداعظم نے فرمایا کہ پاکستان کے متعلق میرا گمان یہ نہیں ہے کہ وہ ایک پارٹی کی حکومت ہوگی بلکہ میں ایک پارٹی کی حکومت کے قانون کی مخالفت کروں گا۔ جو پارٹی حکومت چلائے گی اسکی اصلاح کے لیے یہ بڑی اچھی بات ہے کہ ایک یا کئی مخالف پارٹیاں بھی ہوں۔

۲۲ جولائی ۱۹۴۵ء۔ جلد ۸ شمارہ ۱۸ کے صفحہ نمبر ۲ پر سالانہ انتخابات ضلع مسلم لیگ لائلپور شائع کیے گئے ہیں صدر فخر لائلپور میاں عبدالباری مرحوم رئیس جڑانوالہ، نائب صدر صوفی غلام رسول مرحوم ضیائی ٹوبہ ٹیک سنگھ، نائب صدر چوہدری محمد اشرف بلیڈر ۔ چوہدری فضل محمد ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ لائلپور، جنرل سیکرٹری چوہدری عزیز الدین مرحوم ایڈووکیٹ لائلپور، جوائنٹ سیکرٹری خان عطاء اللہ خان چک نمبر ۵۰۷ گ ب تحصیل جڑانوالہ آفس سیکرٹری سراج دین ناگرہ ایڈووکیٹ سالار ضلع چوہدری محمد اکرام اللہ چک نمبر ۱۵۸ ر ب فنانس سیکرٹری خان حبیب اللہ خاں بلیڈر لائلپور، پراپیگنڈہ سیکرٹری سید کرم حسین شاہ تحصیل لائلپور، ناصح سیفی ایڈیٹر سعادت لائلپور، چوہدری عبدالعزیز ٹوبہ ٹیک سنگھ، مسٹر دوست محمد خاں جڑانوالہ منتخب کیے گئے مذکورہ چند ایک حوالہ جات ادارہ سعادت کی قیام پاکستان کے لیے جدوجہد کا کھلا ثبوت ہے ادارہ سعادت نے قیام پاکستان کی جدوجہد میں نہ صرف نمایاں حصہ لیا بلکہ مسلم لیگ کے ترجمان کی حیثیت سے کھل کر کام کیا۔ مگر قیام پاکستان کے بعد مسلم لیگی حکمرانوں نے ادارہ سعادت سے انصاف نہیں کیا شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ ادارہ سعادت سیاسی مرکز لاہور سے دور لائلپور میں قائم تھا اور مسلم لیگی حکمران بہت جلد دھڑے بندی کا شکار ہو کر قیام پاکستان کی جدوجہد میں حصہ لینے والے کارکنوں اور اداروں کو بھول گئے مگر

میں کہوں گا کہ مسلم لیگی حکمرانوں کا ادارہ سعادت سے یہ سلوک کسی طرح بھی جائز نہیں۔

ادارہ سعادت ایک سچے پاکستانی محب وطن کی حیثیت سے دھڑے بندیوں سے دور رہا اور افسر شاہی کی کاسہ لیسی سے بھی اجتناب کرتا رہا اور نہ ہی کسی غیر ملکی ادارہ کی معاونت حاصل کی۔ جس کی وجہ سے ادارہ سعادت ہمیشہ مالی بحران کا شکار رہا مسلم لیگ سٹی کے صدر ملک محمد شریف محدود وسائل کے باوجود ادارہ سعادت کی معاونت کرتے رہے مگر صوبائی یا مرکزی مسلم لیگ کی طرف سے کبھی ادارہ سعادت کی خدمات کا اعتراف نہ کیا گیا۔ اس کی ایک وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت قائد اعظم محمد علی جناح کی وفات کے بعد مسلم لیگ پر افسر شاہی اور جاگیرداروں کا قبضہ ہو گیا اور انہوں نے ایسے اداروں اور لوگوں کی حوصلہ شکنی کی جو قیام پاکستان کی جدوجہد میں شریک رہے تھے۔ ادارہ سعادت جاگیرداروں کے سخت خلاف تھا کیونکہ ادارہ کو اس بات پر یقین تھا کہ ملک سے جاگیرداری ختم کیے بغیر نہ جمہوریت کو استحکام حاصل نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ملک میں صنعتی ترقی ممکن ہے اس کے علاوہ جاگیردار جو انگریز کے پیدا کردہ ہیں پاکستان کی آزادی خود مختاری اور سالمیت کے بھی اب تک دشمن ہیں اور ملک کو ایک صحیح عوامی فلاحی ریاست بنانے کے راستہ میں رکاوٹ ہیں

ادارہ سعادت کے بانی اور مدیر اعلیٰ ناسخ سیفی محب وطن پاکستانی تھے۔ وہ پاکستان کی آزادی خود مختاری اور سالمیت کے خلاف کسی قسم کی حرکت برداشت نہیں کرتے تھے وہ مسلم لیگ کے اندر دھڑے بندی کو بھی ناپسند کرتے تھے اسی لیے وہ کسی بھی دھڑے کی حمایت حاصل نہ کر سکے جس کا ادارہ سعادت پر اثر پڑنا ضروری تھا۔ سعادت اب روزنامہ ہو چکا تھا اور روزنامہ کے اخراجات پورے کرنا بہت مشکل کام تھا۔ روزنامہ سعادت کے علاوہ بعض دوسرے اخبارات بھی منصۂ شہود پر آ گئے اس سے بھی ادارہ سعادت کا متاثر ہونا لازمی امر تھا مگر ان تمام مشکلات کے باوجود

روزنامہ سعادت لائل پور کے علاوہ لاہور سے بھی جاری کیا گیا تاکہ ادارہ سعادت کو سیاسی مرکز لاہور کی سعادت حاصل ہو سکے لیکن اب عملی صحافت ایک نظریاتی عمل نہ رہا بلکہ ایک کمرشل بزنس کی حیثیت اختیار کر گیا لیکن سعادت نظریاتی ادارہ کی حیثیت ہی سے مصروف عمل رہا اسی لیے وہ صحافت کے میدان میں بہت پیچھے رہ گیا۔ مشکلات کے باوجود جناب ناسخ سیفی نے حوصلہ نہ ہارا۔ صحافتی میدان میں ہمیشہ سینہ سپر رہے۔ فیصل آباد کی سیاست پر ہمیشہ مڈل، لوئر مڈل کلاس کا غلبہ رہا گو پیر نذر حسین شاہ اور پیر ناصر حسین آف سندھیانوالی کا ڈسٹرکٹ بورڈ پر گزشتہ ۴۰ سال سے قبضہ رہا۔ مگر سیاست میں چوہدری علی اکبر مرحوم ایڈووکیٹ چوہدری عزیز الدین مرحوم ایڈووکیٹ حکیم ملک محمد شریف، شیخ بشیر احمد مہر محمد صادق ایڈووکیٹ راجہ نادر خان اور انور علی خان بلوچ کا طوطی بولتا رہا۔ مگر ان سب کی مرکز میں آواز بہت کمزور تھی لہٰذا یہ لوگ بھی سعادت کی کوئی مدد نہ کر سکے۔ البتہ لائل پور میں ٹیکسٹائل کی صنعت کی ترقی سے مقامی صحافتی اداروں کی اہمیت بڑھ گئی مگر اس بہتے دریا سے بھی ادارہ سعادت نے کچھ حاصل نہ کیا جبکہ ادارہ سعادت کے بانی اور مدیر اعلیٰ ناسخ سیفی مسلم لیگی حلقوں میں سر فہرست بہت اہمیت رکھتے تھے اور قیام پاکستان کی جدوجہد میں نامور مجاہدوں کی صف میں شامل تھے سعادت نے ۵۱ء کے صوبائی انتخابات میں ایک دفعہ پھر مسلم لیگ کی کامیابی کے لیے نمایاں خدمات انجام دیں۔ نتیجتاً صوبائی اسمبلی میں مسلم لیگ نے بھاری اکثریت سے وزارت بنائی۔ نواب ممدوٹ جو جناح لیگ کے نام پر انتخابی میدان میں اترے تھے بری طرح ناکام ہو گئے۔ میاں ممتاز دولتانہ نے وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے صوبائی کابینہ بنائی مگر مسلم لیگ میں دھڑے بندی ختم ہونے کی بجائے شدید ہو گئی۔ نوابزادہ لیاقت علی خان کو راولپنڈی میں جلسہ عام میں عین اس وقت گولی مار کر شہید کر دیا گیا جبکہ وہ

تقریر کر رہے تھے وزیر اعظم لیاقت علی خان کے مبینہ قاتل سید اکبر کو موقعہ پر ہی ہلاک کر دیا گیا جس سے نوابزادہ لیاقت علی خان کے قتل کی سازش صیغۂ راز میں رہی۔ گورنر جنرل خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم بن گئے اور گورنر جنرل کا عہدہ سول سروس کے آفیسر غلام محمد کو مل گیا جس سے ریاستی اقتدار پر افسر شاہی کے غلبہ کا راستہ کھل گیا۔

۱۹۵۳ء میں ختمِ نبوت کی تحریک کے نتیجہ میں میاں ممتاز دولتانہ کی وزارت کو ڈسمس کر دیا گیا اور اس کے بعد خواجہ ناظم الدین کی وزارت بھی چلتی بنی اور گورنر جنرل غلام محمد نے دستور ساز اسمبلی کو معطل کر کے پاکستان کو پہلے المیّہ سے دوچار کر دیا۔ محمد علی بوگرہ، چوہدری محمد علی۔ آئی آئی چندریگر اور فیروز خان نون وزیر اعظم بنے۔ آخر کار سکندر مرزا نے جنرل ایوب کی مدد سے گورنر جنرل غلام محمد کو چلتا کیا اور خود گورنر جنرل بن گئے اس کے بعد چوہدری محمد علی کی مدد سے پاکستان کے پہلے صدر بن گیے سکندر مرزا بھی افسر شاہی کے رکن تھے ۱۹۵۴ء سے ۱۹۵۸ء کے دوران افسر شاہی نے فوج کے تعاون سے جاگیرداروں کو دبائے رکھا ان حالات میں جہاں ملکی سیاست المیّہ سے دوچار ہوئی وہاں صحافت بھی بحران کا شکار ہوئی۔ اصولوں پر مبنی صحافت کی بجائے زرد صحافت نے عروج پکڑا اور صحافی ادارے کمرشل اداروں میں تبدیل ہو گئے۔ لیکن سعادت جس کا خمیر قیامِ پاکستان کی جدّوجہد سے اٹھا تھا سخت مشکلات میں پھنس گیا۔ اکتوبر ۱۹۵۸ء میں سکندر مرزا نے جنرل ایوب خان کی مدد سے ملک پر مارشل لاء نافذ کر دیا۔ فوج اور سول سروس کی مشترکہ حکومت قائم کر کے خود آمر مطلق بن گئے اور پاکستان کو دوسرے المیّہ سے دوچار کر دیا۔ جنرل ایوب نے بہت جلد سکندر مرزا کو چلتا کیا اور خود مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بن کر حکومت کرنے لگے ۱۹۵۸ء کے آخر میں سلطان شاہد جو روزنامہ غریب اور روزنامہ سعادت

میں بیک وقت نیوز ایڈیٹر اور سب ایڈیٹر کی حیثیت سے کام کرتے تھے راقم الحروف کے دوست تھے، مجھے ادارہ سعادت کے دفتر میں لائے اور روزنامہ سعادت کے مدیر اعلیٰ سے ملاقات کرائی اور کہا کہ سیفی صاحب میں ایک نیا کارکن صحافی لایا ہوں یہ آپ کے ادارہ میں کام کریں گے۔ جب میں نے سلطان شاہد کی بات سنی تو میں نے جناب سیفی صاحب سے عرض کیا کہ میں صحافت کے بارے میں کچھ نہیں جانتا اور نہ ہی میں ادیب اور لکھاری ہوں۔ میں تو صرف ایک کسان کارکن ہوں دوسرا میرا تعلق مزدور کسان سیاست سے ہے۔ سیفی صاحب نے بڑے غور سے میری بات سنی اور فرمایا ادارہ سعادت کسانوں کا حامی ہے مگر بائیں بازو کی سیاست کا مخالف ہے۔

حکیم عبدالرشید جیلانی مدیر ماہنامہ کلید صحت ڈائجسٹ جو کہ متعدد طبی کتب کے مصنف و مرتب بھی ہیں اپنی یادوں کے دیپ ناشخ سیفی کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ،

یہ دنیا فانی ہے ہر شے نے ایک دن فنا ہونا ہے طلوع کے بعد غروب، آغاز کے بعد انجام کے پھول لیے پھل کا آپس میں چولی دامن کا رشتہ ہے۔ موت ہر بشر کا مقدر ہے اور یہی حیات و ذیست یہی خاکہ اور اس کا اول و آخر قانون خالق حقیقی نے جو ودیعت فرمایا جسے قرار نہیں بعودیں ہے اللہ جل شانہ نے انسان کو دنیا میں جس طرح بھیجا اسی طرح مقررہ وقت پر اپنی جانب اٹھا لیا۔ ان انسانوں میں دو اقسام کے انسان ہر زمانہ میں آئے اور اپنا اپنا کردار ادا کر کے واپس چلے گئے۔ اول انفرادی زندگی رکھنے والے جو انفرادی موت کا شکار ہوتے جن کا نام ہوا کوئی نہ ہوا دوام اجتماعی زندگی رکھنے والے جن کے اٹھ جانے سے ایک خلا پیدا ہو گیا اور اہل دنیا نے انہیں صدیوں تک یاد رکھا اور تاریخ نے

ان کے کردار کو اپنی پیشانی کا جھومر ثابت کر دیا کہ یہ وہی لوگ ہیں جو مرنے کے بعد بھی زندہ رہے بقول شاعر :-

ہمارے بعد ہمارے خیال گونجیں گے
ہمارا مر کے بھی دنیا سے رابطہ ہوگا

ایک شاعر نے اپنے خیال کا اظہار یوں کیا کہ :-

مرنا بُرا ہے اس کا جو اپنے لیے جیئے
جینا ہے اس کا مر چکا جو قوم کے لیے

یہ حقیقت ہے کہ موت کی آندھی حضرت انسان کی روح تو لے اڑتی ہے مگر اس کے کردار جلائے ہوئے چراغ گل نہ کر سکی۔ انسانی کردار کے جلائے ہوئے یہ دیپ اس وقت تک روشن رہتے ہیں جب تک فلک پیر کے سینہ پر مہر و ماہ کی قندیلیں درخشاں ہیں یہی وہ انسان ہیں جو صدیوں آنے والی نسلوں کو ایک روشنی دے جاتے ہیں اور آنے والا انسان اس روشنی میں منزل مقصود تک باسانی پہنچ جاتا ہے۔

ناسخ سیفی (مرحوم) بھی اپنے عہد کا ایک روشن چراغ تھے یہ بے مثال شخصیت کی خوبیوں کا ذکر کرنا جو ایسے راقم کو قدرت کیسے ہو سکتی ہے بہر حال میں اپنے واجب الاحترام بزرگ دولت ناسخ سیفی کے نشان دوام جناب خلیق الرحمٰن سیفی کی تحریک پر چند سطور سپرد قلم کر رہا ہوں قارئین میری ادبی غلطیوں کو درگذار فرمائیں اور دامن عفو میں جگہ عنایت فرما کر معاف کر دیں۔

ناسخ سیفی سے میری ملاقات ۱۹۵۶ء میں روزنامہ وقت کے دفتر میں ہوئی جہاں راقم اپنے بزرگ واجب الاحترام جناب مصطفےٰ مہکش سے ملنے گیا۔ تو سیفی صاحب بھی وہاں جلوہ افروز تھے مہکش صاحب مرحوم نے میرا تعارف کرایا۔ پھر اس کے یکے بعد دیگرے اکثر و بیشتر مطب میں تشریف لاتے۔ موصوف کا مسلک بریلوی تھا۔

میرے خیالات دیوبندی تھے مگر روحانی بزرگوں اور باعمل علماء کو بلا امتیاز
مسلک بندی کے احترام کی کیفیت سے ملنا اپنے گناہوں کا کفارہ سمجھتا ہوں اور یہی میرا
اول و آخر مسلک ہے۔

سیفی صاحب صوم و صلوٰۃ کے پابند اور شب بیداری میں رکھتے تھے۔ یادِ الٰہی میں
ہر وقت مستغرق رہتے طبیعت سیمابی تھی جسے طبی نقطہ نظر سے مراقی کہا جاتا ہے
طبیعت اس قدر احساس یہ ذرا سی بات پر گہرائی سے سوچنے، جسے عرف عام میں
جنون کی حد تک سوچنا کہتے ہیں۔ یہ بات بھی چمکتے ہوئے سورج کی طرح روشن ہے کہ
دنیا کا ہر بڑا آدمی دانشور، فلسفی، منطقی، مفکر عالم فاضل یا روحانیت کا پیکر حقیقی
طور پر مراقِ صادق کے پیکر ہوتے ہیں۔ یعنی مراقِ صادق سودائے طبعی کا سرچشمہ
ہوتے ہیں اور سودائے طبعی مندرجہ ذیل شخصیتوں کا سرمایہ حیات یا سرچشمہ زیست
کہلاتے یہی وہ لوگ ہیں جو مدمغ کہلاتے ہیں۔

سیفی صاحب نے صحافت میں جو مقام پیدا کیا ہے وہ ایوانِ صحافت پر ہمیشہ
درخشاں رہے گا۔ تاریخ پاکستان نے جن نامور صحافیوں، ادیبوں، دانشوروں،
شاعروں، نقادوں اور مبشروں کو جنم دیا ہے ان کی فہرست اگرچہ طویل ہے مگر
شہ نمونہ از خروارے پیش کرنا اپنا منصبی فریضہ سمجھتا ہوں۔

حضرت مولانا ظفر علی، حضرت مولانا چراغ حسن حسرت، حضرت مولانا علم الدین
مولانا عبد المجید سالک، حضرت مولانا مجید لاہوری، جناب حمید نظامی، یٰسین اور مولانا تاج
سیفی، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے والہانہ عشق کی حد تک اخبار کی وساطت سے قوم کی
بے لوث خدمت کی اور اپنی زندگیاں وقف کر رکھی تھیں۔ جن کے نام اور کام دونوں
آنے والی نسلوں کے لیے نشانِ راہ ہوں گے۔

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی ساری زندگیاں تحقیق و تحصیل و علوم کے حاصل

کرنے میں وقف کر رکھی تھیں جنہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں کے بل بوتے پر وطن عزیز کا بول بالا کیا۔ انہوں نے بلاشبہ مشرق و مغرب کے علوم فلسفہ کے بحر بیکراں کی شناوری کی جس سے تلامذہ سے اساتذہ تک نے سر حاصل استفادہ اٹھایا جنہوں نے ہر دور کے سربراہ کو نیک مشوروں سے نوید ہ جیسا کہ ایوبی دور میں جناب ناسخ سیفی نے ایوب مرحوم کو ایسے ایسے گراں بہ مشورے دیئے۔ یہی وجہ تھی کہ سابقہ صدر مملکت جناب محمد ایوب خان (مرحوم) سیفی صاحب کے معترف تھے ان دنوں روزنامہ سعادت کی اشاعت ہزاروں تک پہنچ گئی تھی اور اسی پرچہ کو لائل پور (فیصل آباد) میں ایک مقامی پرچہ کا ایک مقام حاصل ہوا۔ یعنی مقامی پرچوں کا امام کہلایا جو آج بھی پوری تابانی سے درجہ دوم میں اوّل حیثیت رکھتا ہے یہ کمال صرف اور صرف سیفی صاحب اور ان کے محنتی عملہ کا عمر شیریں ہے۔

سیفی صاحب کو قائد اعظم سے والہانہ محبت تھی۔ مسلم لیگ کے سرگرم کارکن تھے پاکستان کے سچے فرزند تھے۔ صحافت ہو یا ادب شعر و شاعری ہو یا نعت گوئی کا جنون کی حد تک عشق تھا نبی کریم سے اس قدر عشق تھا کہ جب کہیں رسول اللہؐ کا ذکر ہوا سیفی صاحب کا چہرہ متغیر آنکھوں میں نمی اور زبان سے صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ورد رہتا۔ سیفی صاحب سیف زبان سالک سیف قلم صحافی سیف متکلم ادیب تھے آپ جس مجالس (علمی۔ ادبی۔ صحافتی) میں تشریف لے جاتے گویا آپ کی حیثیت گل سرسبز کی ہوتی۔ دانشوروں کی محفل میں آپ کی بزرگی کو لائقِ صد تکریم سمجھتے اور آپ کے کردار اور دانشوری کو ایک مقام دیتے۔

سیفی صاحب مرحوم کی چوکھٹ علم و ادب صحافت شعر گوئی نعت خوانی اور تہذیب مشرق اور خلق احسنہ اور یگانہ محبت و اخوت کی چوکھٹ گہوارہ اسلامی تھی جو بھی سیفی صاحب کے آستانہ پر گیا۔ روحانی، ادبی، صحافتی اور عشقِ رسولؐ کی حسب

استطاعت دولتِ دوام سے کر واپس آیا۔ یہی وہ کرامات تھیں جس نے سیفی صاحب کو سیف وکردار اس بات کا ذکر بھی اپنا صحافتی فریضہ سمجھتا ہے کہ اس دنیا میں کئی لوگ ایسے ہیں جن کی خوبیاں ان کی خامیوں میں گم ہیں تیز ایسے بھی مشاہدہ سے گزرے ہیں جن کی خامیاں ان کی خوبیوں میں اسطرح گم ہیں جس طرح بطن صدف میں گہوارہ شگفتہ بقول شاعر

نحیف موج اندھیرد ں میں سر پٹکتی رہی
صدف کے سینے میں جلتے رہے گوہر کے چراغ

یہ بات کوئی نمائش یا حاشیہ برداری نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کا یہ بطلِ جلیل ناسخ سیفی دانشوری صحافتی اور ادبی بحر کے گراں مایہ گوہر تھے۔ آپ میں اگر کوئی خامی تھی بھی تو وہ موصوف کے کردارِ حمیدہ میں گم ہو کر رہ گئی تھی۔ مختصر یہ کہ سیفی کی یادوں کے دیپ تاریخ پاکستان میں ہمیشہ ہمیشہ روشن رہیں گے۔ بقول شاعر

صاحبِ کردار ہوتے ہیں جہاں میں جو بشر
نام ان کے ثبت ہیں پیشانیٔ تاریخ پر!

سیفِ محبت ناسخ سیفی مرحوم کو فیصل آباد کا آخری درویش صحافی قرار دیتے ہوئے سید انوار غالب نے ان الفاظ میں ان کی یادوں اور باتوں کا گلدستہ پیش کیا ہے

طوفانِ نوح لانے سے اے چشم فائدہ
دو اشک بھی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ اے اہل ایمان میں تم سے اجرِ رسالت سوائے اس کے اور کچھ نہیں مانگتا کہ میرے بعد میرے اہلِ بیت یعنی میری اولاد اور اہل خاندان سے محبت کرنا خبردار کبھی کسی مجبوری معاملے یا بحث میں الجھ کر اُن سے جو میری اولاد میں سے ہوں کبھی بھی بدلحاظی یا گ

بخشی کا سلوک روا نہ رکھنا۔ میں تم کو اپنی اولاد سے نرمی محبت خوش خلقی اور حُسنِ سلوک کی
وصیت اور تاکید کرتا ہوں میں تمہارے پاس اپنے بعد ایسی دو مضبوط چیزیں چھوڑ
کر جا رہا ہوں کہ اگر تم ان سے اپنا واسطہ اور تعلق برقرار رکھو گے تو قیامت تک
کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ ایک قرآن حکیم اور دوسرے میرے اہلبیت ہیں۔ دیکھنا
میری اولاد کی ہر حال میں عزت اور تکریم ملحوظ خاطر رکھنا جو ان میں برگذیدہ نیک
اور متقی ہوں گے ان کا خدا کی خوشنودی کے لیے لحاظ کرنا اس کا اجر میں خود تمہیں
قیامت کے دن شفاعت کی سفارش کے ذریعے دونگا۔ مرحوم ناسخ سیفی اکثر یہ قولِ
مبارک مجھے سنایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ شاہ جی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی
(غوث پاک قطب ربانی) کا ایک قول میرے ہر وقت پیشِ نظر رہتا ہے جو کہ حضرت
پیر جماعت علی شاہ علی پور سیداں والے نے مجھے سنایا تھا کہ غوث پاک فرماتے ہیں کہ
سادات کی عزت کرو کیونکہ یہ سلطان المشائخین اور سردار الاولیا حضرت علی علیہ
السلام کی اولاد اصل و نسل رسول اور حسنینؑ کی ذریت اور حضرت بی بی فاطمہ خاتون
جنت بتولؑ کے چشم و چراغ ہیں اگر کسی نے کسی بھی سیّد کو کسی طرح بھی اپنے قول یا
فعل سے ناراض کر دیا تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی اس دن کی قبول عبادت بطور
مواخذہ سلب کرے گا۔ سیفی صاحب سچے عاشق رسول محبِ اولیائے عظام اور
سادات کی عزت کرنے والے پکّے اور اصلی سُنّی راسخ العقیدہ مسلمان تھے وہ ایک
شب زندہ دار عبادت گزار نیک انسان تھے انہوں نے ہمیشہ ہی مجھے بہت عزت
اور پیار دیا مجھے اٹھ کر گلے لگا کر ملا کرتے تھے میری باتیں غور سے سنا کرتے تھے
اور میری تحریر کو جب کبھی پسند کرتے مجھے ضرور کچھ نہ کچھ انعام دیا کرتے تھے میں
ان سے دو سو روپے تک مختلف اوقات میں انعام پا چکا ہوں مرحوم ایک کل وقتی
صحافی اور محتاط دانشور اور بے تکان لکھنے والے قلم کار تھے وہ اپنی ذات میں ایک

ناصر سیفیؒ کی تحریکِ استقلال کے سربراہ اصغر خان کے ہمراہ ایک تصویر

خدائی خدمت گار خان عبدالغفار خان کے ہمراہ ناصر سیفیؒ اور شورش کاشمیری کی ایک یادگار تصویر

انجمن تھے وہ بے حد نرم گفتار متحمل مزاج اور روادار شخصیت کے حامل تھے زود آمیز
مگر دیر شناس تھے۔

فیصل آباد میں صحافت کے بانیوں میں سے ایک سرخیل اور میر کارواں تھے وہ
چہار درویشوں میں سے ایک تھے جن کی رفاقت کا لوہا مرحوم ایوب خان مانتے تھے
میری ان سے پہلی ملاقات میرے سسر مکرم مرحوم کیپٹن ممتاز ملک سینئر نائب مدیر روزنامہ
"نوائے وقت" لاہور رسابق ڈائریکٹر اطلاعات مغربی پاکستان کی وساطت سے میکلوڈ
روڈ لاہور والے ان کے دفتر میں ۱۳ جولائی ۱۹۷۷ء کو ہوئی وہ بیرسٹشیح کر رہے تھے۔
انہوں نے مجھے مختصر تعارف کے بعد نیوز ایڈیٹر کے طور پہ کام سپرد کر دیا تب سے اب
تک میں روزنامہ سعادت لاہور سے وابستہ چلا آرہا ہوں وہ جب لاہور آتے اکثر
مجھے خصوصی ملاقات اور تبادلہ خیال کا شرف عطا کیا کرتے تھے باتیں مشورے اور
منصوبے بیان کیا کرتے تھے داد لیتے اور دیتے تھے آخری مُلاقات ان کی اس
وقت مجھ سے ہوئی جب کوپر روڈ والے موجودہ دفتر سعادت لاہور میں وہ علاقائی
اخبارات کی ملک گیر انجمن کے کنوینر کے طور پہ یہاں اپنے رفقاء سے مشورت کی خاطر
برائے انعقاد کنونشن تشریف لائے تھے اس کے بعد ان کی ملاقات نہ ہو سکی۔ یہی وہ
ملاقات تھی جبکہ انہوں نے سعادت کا یورپی سمندر پار انگریزی ایڈیشن شائع کرنے کا
منصوبہ تیار کیا تھا۔ سیفی صاحب مرحوم محبت کی تلوار سے اپنے بڑے سے بڑے دشمن
کو گھائل کرنے کا فن جانتے تھے۔

میں نے بچشم خود ان کے میٹھے بول کے جادو کو سر چڑھ کر بولتے دیکھا اور سنا ہے
ان سے اپنے اور بیگانے سبھی پیار کرتے تھے وہ بے حد ملنسار بزرگ صحافی تھے قائد
اعظم تحریک پاکستان اسلام اور سنیت کو اگر ایک نام دیا جا سکتا ہے تو صرف ملک امام
بخش ناسخ سیفی (مرحوم) کا انہوں نے تامرگ مسلم لیگ کے مشن کو سینے سے لگائے

رکھا ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کی جو قرارداد لاہور میں منظور کی گئی اس کا مسودہ تیار کرنے والوں کو سیفی صاحب نے سعادت کے کالموں اور اپنے تحریری مشوروں کے ذریعے ایسا مواد فراہم کر دیا تھا جس کی روشنی میں یہ تاریخی دستاویز مسلم لیگ نے تیار کرا کے پاس کی تھی وہ استقبالیہ کمیٹی کے بھی رکن تھے قائداعظم جب لائل پور (موجودہ فیصل آباد میں) گئے تھے تو نانخ سیفی سے انہوں نے اہم سیاسی تجاویز پر تبادلہ خیال کیا تھا جن میں ہندو پریس کے خلاف مسلمان پریس اور علاقائی اخبارات کو منتظم کرنے کا منصوبہ سرفہرست تھا جو بعد ازاں پروان نہ چڑھایا جا سکا تھا۔ انہوں نے بانی پاکستان قائداعظم کو سُنی فقہ نافذ کرنے کے لیے بھی قائل کر لیا تھا اور تحریک پاکستان کو سنیت کے فروغ کے مقاصد سے ہم آہنگ اور دو قومی نظریئے کی قوت متحرکہ تسلیم کرا لیا تھا لیکن حالات نے ساتھ نہ دیا اور قائداعظم چل بسے مرحوم سیفی صاحب نے اپنا مشن ترک نہ کیا اُسے جاری رکھا وہ مولانا ظفر علی خان کے ساتھ بھی کام کر چکے تھے اور ہمیشہ مسلم لیگ اور تحریک سنیت کے ساتھ رہنے کا حلف اٹھا چکے تھے۔ وہ تحریک پاکستان کے حقیقی مقاصد کو قائداعظم کے بعد اچھی طرح مکمل اور بھرپور انداز سے سمجھنے والے واحد پنجابی اخبار نویس دانشور اور مذہبی و سیاسی رہنما تھے انہوں نے ہمیشہ مسلم لیگیوں کو فہمائشی انداز میں کیے ہوئے وعدے اور بھولے ہوئے مشن کی یاد دلائی وہ تحریک پاکستان کے ساتھ بے وفائی کرنے والوں کے خلاف استغاثے کے گواہ تھے اور ان کے خیالات و افکار اسلام پاکستان اور مسلم لیگ کے مشن سے بے وفائی کرنے والے ناہنجاروں کے لیے تاریخ کے تھانے میں ایک ایف آئی آر کی مانند تھے۔

سیفی صاحب نے مجھے خود کئی بار یہ بتایا تھا کہ انہوں نے مسئلہ ختم نبوت کو مسلم لیگ کے ذریعے تسلیم کرانے کے لیے قادیانی وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان کے

خلاف کس طرح سُنّی پبلیشیر گروپ تشکیل کرایا تھا۔ نیز کس طرح تحریک ختم نبوت کو طاقت کے ذریعے دبانے کے لیے مرکزی اور صوبائی مسلم لیگی حکومتوں نے محض امریکی گندم لینے کے لالچ میں خفیہ گٹھ جوڑ کر رکھا تھا وہ اعظم خان کو دس ہزار سے زیادہ عاشقانِ رسول کا قاتل اعظم کہا کرتے تھے۔ انہوں نے کئی بار یہ بات دہرائی کہ سکندر مرزا کو مارشل لاء لگانے کا مشورہ مسلم لیگ کی ہائی کمان نے خود دیا تھا۔ یہی نہیں بلکہ ان کے پاس ایسے شواہد کی کوئی کمی نہیں تھی جن کے ذریعے وہ یہ ثابت کیا کرتے تھے کہ گورنر جنرل غلام محمد کو دستور ساز اسمبلی توڑنے کا مشورہ دیا تو خود خواجہ ناظم الدین نے برطانوی حکومت کے ایماء پر اور خوشنودی کے لیے برطانیہ اور امریکہ کے سفیروں کے ذریعے دیا تھا اور براہِ راست بھی خواجہ ناظم الدین نے گورنر جنرل پاکستان غلام محمد کو اسمبلی توڑنے کا مشورہ دیا تھا وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ مرحوم سابق صدر فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کو ترقی دینے میں سابق وزیر اعظم چوہدری محمد علی اور سہروردی نے اہم کردار ادا کیا تھا ان کے کہنے کیمطابق دولتانہ نے وزیر دفاع کی حیثیت سے خود مرحوم ایوب خان سے مارشل لاء نافذ کرنے کو کہا تھا۔ غلام محمد بھی ایوب خان کو حکومت سنبھالنے کو کہہ چکے تھے مگر سابق صدر سکندر مرزا نے یہ کام کر دکھایا۔ سیفی صاحب مرحوم نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ محترمہ فاطمہ جناح کو۔ جنرل اعظم خان اور چوہدری محمد علی نے بنگالیوں سے سیاسی قیادت چھیننے کی سازش کے تحت ایوب خان کے خلاف صدارتی امیدوار بنایا تھا یہ منصوبہ سر ظفر اللہ خان قادیانی نے کمیونسٹوں سے مل کر تیار کیا تھا جسے مولانا بھاشانی نے عین وقت پر ناکام بنا دیا اور ایوب خان سے جا ملا وہ کہا کرتے تھے کہ شیخ مجیب الرحمٰن کو چھ نکات کا فارمولا ایم ایم احمد اور بعض مرزائی افسران نے کمیونسٹ نظریات کے زیرِ اثر سوشلسٹ افسران کے ذریعے دیا تھا ان کا یہ

پختہ خیال تھا کہ شیخ مجیب الرحمٰن از خود بنگلہ دیش بنانا نہیں چاہتا تھا بلکہ بھاشانی سہروردی اور دوسرے بنگالی لیڈروں نے اینگلو امریکی سامراج سے مل کر بہ منصوبہ قادیانی افسروں کے ذریعے منظم انداز میں اس طرح سے پروان چڑھایا تھا کہ خود مجیب بھی بے بس ہو کے رہ گیا ان کے نزدیک بھٹو کا بھارت اور اسرائیل سے بنگلہ دیش کے قیام کے بارے میں قادیانی جماعت کی وساطت سے خفیہ پیکٹ ہو چکا تھا اور مسٹر بھٹو بھی در پردہ ان کے بقول اگرتلہ سازش کیس کا ایک اہم کردار تھے۔

اسی لیے تاشقند کے اعلان کے خلاف مسٹر بھٹو نے اینگلو امریکی مفادات کو پروان چڑھانے کے لیے تحریک شروع کی تھی جو کہ سی آئی اے کی تحریک تھی انہیں اسلامی سوشلزم کا نعرہ ظفر اللہ نے دیا تھا وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ اگر میں نے کوئی کتاب لکھ کر شائع کرا دی تو اس ملک کی سیاست درہم برہم ہو جائے گی۔ مرحوم سیفی صاحب ایک زندہ و مجسم تاریخ پاکستان تھے انہوں نے پاکستان کے قیام اور اس کے بعد اس کے تحفظ و بقاء، واستحکام سالمیت اتحاد اور یک جہتی کے لیے بجید کام کیا اور آخر کار چل بسے ان کی زبان اور قلم کو صرف خدا ہی اظہار سے روک سکا وقت کی کوئی حکومت ایسا نہ کر سکی سیفی صاحب، یحییٰ خان، بھٹو، ٹکا خان اور ایم ایم احمد کو بنگلہ دیش بنوانے کا مجرم اور ذمہ دار سمجھتے تھے انہوں نے صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق کو پاکستان کے بچھڑے ہوئے بھائی کو پھر سے ملنے کے لیے پاک بنگلہ دیش کنفیڈریشن قائم کرنے کی تجویز پیش کی تھی جسے صدر ضیاء الحق نے پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہوتے اس پر مناسب وقت پر غور کرنے کا وعدہ بھی کیا تھا صدر ضیاء الحق نے نفاذ و نظام مصطفےٰ کے سلسلے میں مرحوم سیفی صاحب کے لاتعداد مشوروں سے استفادہ کیا ہے وہ اکثر و بیشتر صدر کو خط لکھ کر اپنے منصوبوں

سے آگاہ کیا کرتے تھے مجلس شوریٰ کے قیام اور غیر جماعتی انتخابات کے انعقاد کے علاوہ انتخابات سے قبل سیاستدانوں کا محاسبہ کرنے کی تجویز بھی صدر کو انہوں نے ہی پیش کی تھی وہ یقیناً ایک مخلص مشیر حکومت تھے۔

سیفی صاحب نے سابق صدر یحییٰ خان کو ان کی پہلی اخباری کانفرنس کے دوران اپریل ۱۹۶۹ء میں ایک سوال کر کے آئندہ عام انتخابات کی تاریخ کا اعلان کرنے پر مجبور کر دیا تھا ان کی اس جرأت اور بے باک مہارت کا لوہا ہر کوئی مان گیا تھا اس دور کے تمام اخبارات نے جلی اور شہ سرخیوں سے مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کے کونے کونے میں اس سوال اور یحییٰ خانی اعلان کو شائع کیا تھا وہ واحد اخبار نویس ہیں جنہوں نے صدر جنرل محمد ضیاء الحق کو ملک میں موجودہ سیاسی جماعتوں کی حقیقی تعداد پریس کانفرنس کے دوران لاہور میں بتائی تھی جس پر صدر ضیاء الحق نے برملا اعتراف کیا تھا کہ میں روزنامہ سعادت کو خصوصی طور پر پڑھتا ہوں۔ مرحوم نے سماجی اقتصادی مذہبی سیاسی اور اخلاقی ہر اعتبار سے حکومت اور عوام کو اپنے دل کی بات بتانے سے کبھی بھی دریغ تک نہ کیا انہوں نے ہمیشہ بڑوں کی عزت کرتے رہنے اور احتیاط محبت نرمی اور رواداری کا ثبوت دیا تھا وہ توقیر صحافت کے لیے ڈٹ جانے والے مجاہد تھے ایک بار میری موجودگی میں ایک سی آئی ڈی کے ڈی ایس پی نے آکر سیفی صاحب سے کہا کہ آپ کا اخبار غلط خبر شائع کر چکا ہے تو انہوں نے اُسے جھڑک کر کہا تھا کہ آپ میرے دفتر سے تشریف لے جائیں میں یہ خبر دوبارہ شائع کروں گا اور دیکھوں گا کہ آپ کیا کرتے ہیں۔ میرا کوئی ملازم یا ساتھی بد عنوان اور غیر ذمہ دار نہیں ہے آپ کو دھوکہ ہوا ہے یا پھر آپ شرارت کے تحت شر انگیز جھوٹ گھڑ رہے ہیں۔ مرحوم نے ایک بار مجھے بتایا کہ وہ تحریک پاکستان کے لیے تقاریر بھی کرتے رہے ہیں اور خود ہی جلسوں کی رپورٹنگ

کے بھی فرائض انجام دیتے رہے ہیں ان کا حافظہ بہت تیز تھا وہ بھولے ہوئے
واقعات کو تسلسل کے ساتھ بیان کر دیا کرتے تھے انہوں نے مجھے خود بتایا تھا کہ
سر ظفر اللہ خان ممدوٹ اور دولتانہ نے لیاقت علی خان سے مل کر شیخ عبداللہ
اور بخشی غلام محمد اور صادق کو قائد اعظم محمد علی جناح سے ملاقات نہ کرنے دی اور
یوں مسئلہ کشمیر پیدا کر دیا ورنہ شیخ عبداللہ الحاق پاکستان کے معاہدے کے بارے
بات چیت کرنے آئے ہوئے تھے کشمیر پہ حملے کی خبر کو ممدوٹ نے اخبارات میں
شائع کرا کے سارے منصوبے کو ناکام کرا دیا ورنہ کشمیر پہ پاکستان کا فوجی قبضہ یقینی
ہو جاتا انہوں نے اکثر یہ بات بھی دہرائی کہ خود قائد اعظم محمد علی جناح نے جو گنندر
ناتھ منڈل کو اپنے ہاتھ سے پاکستان کے دستور کے اہم نکات لکھ کر دیئے تھے مگر
وہ آج تک منظر عام پر نہ لائے جا سکے مرحوم سیاسی معلومات کا خزانہ تھے انہوں نے
ایک بار مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ ایوب خان نے جنگ بندی محض آنجہانی صدر امریکہ
مسٹر جانسن کے انتباہی حکم پہ کی تھی اور اعلانِ تاشقند پر امریکہ کے کہنے کے
مطابق دستخط کیے تھے مگر بڈا بیڑ کا اڈا اٹھوانے کی وجہ سے امریکہ ان کے مخالف
ہو چکا تھا اس لیے امریکی سی آئی اے نے ان کے خلاف تحریک چلوا دی جو بعد ازاں
ایوب خان حکومت کے ساتھ ملک کو بھی دو لخت کرانے کا موجب بن گئی۔

سیفی صاحب نے مجھے بتایا تھا کہ سابق شاہِ افغانستان ظاہر شاہ اور شاہ ایران
محمد رضا پہلوی نے سکندر مرزا سابق صدر پاکستان کے ساتھ پاک ایران افغان کنفیڈریشن
قائم کرنے کا معاہدہ طے کر لیا تھا مگر سردار داؤد نے اسے سبوتاژ کرا دیا جب کہ پاک افغان
تعلقات بگاڑنے کی ذمہ داری وہ برملا طور پہ سابق وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان قادیانی
اور لیاقت علی خان سابق وزیر اعظم پاکستان پہ عائد کیا کرتے تھے وہ محکمہ بحالیات پولیس
اور محکمہ مال کو تمام تر خرابیوں بدعنوانیوں ناانصافیوں اور ملک میں سیاسی، سماجی

اقتصادی اور انتظامی عدم استحکام کی جڑ قرار دیا کرتے تھے اور اکثر فرماتے تھے کہ رشوت اور جھوٹ نے ملک کو تباہ کر دیا ہے لیاقت علی خان نے کمشنر لاہور کو انارکلی لاہور کی دکانیں یوپی والوں کی آمد پر الاٹ کرنے کا جو تاکیدی حکم دیا تھا اس کا وہ اکثر اقربا نوازی اور خطہ پروری کے ضمن میں حوالہ دیا کرتے تھے۔ انہوں نے بارہا یہ خیال ظاہر کیا کہ اگر محکمہ بحالیات کلیموں کے نقد معاوضوں کی ادائیگی اور متروکہ جائیدادوں کی منتقلی اور دوبارہ خرید و فروخت کی ممانعت کر دیتا تو آج نہ مکانوں کے کرائے بڑھتے نہ رشوت کا دور دورہ ہوتا نیز نہ ہی زر، زن اور زمین کے نت نئے جھگڑے رونما ہوتے وہ اپنی آخری ملاقات میں مجھ سے یہ وعدہ کر کے گئے تھے کہ غیر قانونی بوگس اور جعلی کلیموں کے ذریعے حاصل کی گئی جائیدادوں کو منسوخ کرانے کا قانون بنوانے کے بارے میں وہ صدر ضیاء الحق کو ایک تفصیلی خط لکھیں گے تاکہ دھوکہ دہی اور غبن یا بدعنوانی کے ذریعے یتیم بیوہ مسکین غریب اور مستحق و نادار افراد کا حق مارنے والوں کا محاسبہ کر کے حق دار کو اس کا حق واپس دلایا جا سکے وفاقی محتسب کے ادارے کے قیام کی تجویز بھی سیفی صاحب نے صدر ضیاء الحق کو پیش کی تھی وہ سرکاری دفاتر میں نماز کی ترویج کے علاوہ ریڈیو اور ٹی وی کے پروگراموں میں اسلامی رنگ پیدا کرنے کے فیصلے بھی انہی کی تجاویز اور آراء کی عکاسی کرتے ہیں مرحوم کی زندگی ایک کھلی کتاب تھی وہ ایک عہد کی یادگار اس کے گواہ اور بجائے خود ایک زندہ و متحرک عہد تھے وہ ایک تاریخی تسلسل کے مشاہد بھی تھے اور پاکستان کے تخلیقی عمل میں ساجھے دار دانشور بھی تھے، سیفی صاحب نے انڈونیشیا اور سعودی عرب کی حکومتوں کو بعض نادر مشورے دیئے تھے جنہیں ان حکومتوں نے شرفِ قبولیت و پذیرائی بخشتے ہوئے ان سے کماحقہٗ استفادہ بھی کیا تھا۔

سعودی عرب کے سابق شاہ فیصل اور موجودہ شاہ فہد بن عبدالعزیز سمیت مرحوم شاہ خالد سے بھی ان کی مراسلت تھی بعض خطوط تو آج بھی ان کے ریکارڈ میں موجود ہیں جو سعودی شاہی خاندان و حکومت کے ساتھ سیفی صاحب کی وابستگی اور تعلق خاطر کا منہ بولتا ثبوت ہیں انہوں نے اپنے مشن کی وفاداری کی بدولت زندگی بھر اپنے اور بیگانوں کے پیہم ستم سہے مگر اپنے مقصد کی لگن سے منہ نہ موڑا اختر سدیدی صاحب سے زیادہ اس حقیقت کا کون واقفِ حال ہے کہ وہ مسلسل ناانصافیوں کا شکار بناتے جاتے رہے لیکن ہنس ہنس کر یہ ستم سہتے رہے بقول شخصے بس یہی ہے اپنا مآلِ خویش - قہر درویش بر جان درویش -

پس یہ اس جو تھے درویش کی مختصر کہانی کے چند نمایاں خدوخال ہیں۔

جس وقت پاکستان کے قیام کی تحریک بحث و نظر اور تنقید و تنقیص کا موضوع بنی ہوئی تھی یہ وہ زمانہ تھا جب برطانوی حکومت نے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ نافذ کیا تھا مسلم لیگ نے اس قانون کو یکسر مسترد کر دیا اور پانچ سال کے عرصے میں ایک کل ہند اجلاس لاہور میں ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو منٹو پارک (اقبال پارک) لاہور میں منعقد کر کے ہندوستان کی تمام مسلم لیگ کی شاخوں کے نمائندوں کا یہ فیصلہ سنایا کہ ۱۹۳۵ء کا ایکٹ مسلم لیگ کو قطعاً نامنظور ہے یہی وہ اجلاس تھا جس میں مرحوم ناسخ سیفی (ملک امام بخش) کمالیہ سے نواب سعادت علی خان کے ساتھ نمائندگی کرنے لاہور آئے تھے بلکہ وہ استقبالیہ کمیٹی میں بھی شامل تھے جو دوسرے علاقوں کے مسلم لیگی وجود کے قیام و طعام کا بندوبست کرنے کے کام پر مامور تھے سعادت اخبار نے گذشتہ تین سالوں میں جو بھرپور پرچار مسلم قوم پرستی کے نظریئے کا کیا تھا اس کی بنیاد پر سیفی صاحب نے مسلم لیگ کی ہائی کمانڈ کو قراردادِ لاہور کی تیاری کے سلسلے میں خاصا خام مواد فراہم کیا تھا اس حوالے سے سال ۱۹۸۷ء اس

لحاظ سے ایک اہم سال ہے کہ لاہور میں علاقائی اخبارات کا پہلا کنونشن ۱۶ مارچ کو ہوا جس کا افتتاح صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق اور اختتام وفاقی وزیر اطلاعات و نشریات قاضی عبدالمجید عابد کے ہاتھوں ہوا۔ یہی وہ سال ہے جب روزنامہ سعادت کے قیام کو پچاس سال پورے ہو گئے ہیں۔ مرحوم سیفی صاحب نے قائد اعظم محمد علی جناح کی خواہش اور حکم کی تعمیل کرتے ہوتے نواب سعادت علی خان مرحوم کے کہنے پر ہی وسطی پنجاب سے ہندو پریس کا جواب دینے کے لیے مسلمانوں اور قائد اعظم کی مسلم لیگ اور افکار کا ترجمان سعادت نکالا تھا اس سلسلے میں ضروری دستاویزات کا ریکارڈ نواب سعادت علی خان اور قائد اعظم کی دستاویزات میں یقیناً موجود ہو گا۔

سیفی صاحب نے علاقائی اخبارات کو ہندو پریس کے خلاف ایک موثر اور منظم آواز بنا کر پیش کرنے میں اپنی ساری زندگی بسر کر دی انہوں نے دامے درمے قدمے سخنے ہر طرح مسلم لیگ اور قائد اعظم کی خدمت کی اور پاکستان کے قیام کے بعد انہوں نے تقریباً ہر حکمران کو مفید مشوروں سے نوازا جن کا تذکرہ کم ہی سامنے آیا ہے۔ چنانچہ موجودہ حکومت کے سربراہِ مملکت جنرل محمد ضیاء الحق کو ریفرنڈم کرانے اور عہدہ صدارت سنبھالنے کے علاوہ نظام مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نفاذ کا مشورہ بھی انہوں نے تجویز کیا تھا۔ مرحوم سیفی صاحب کا یہ دعویٰ بالکل درست تھا کہ ان کی ترغیب پر ہی صدر ضیاء الحق بنگلہ دیش سے والہانہ قربت کی جانب مائل ہو سکے تھے۔ اس دنیا میں آج سیفی صاحب تو نہیں ہیں مگر ان کا بنایا ہوا پاکستان موجود ہے مگر افسوس ہے کہ اس ملک میں رقص و سرود اور لہو و لعب کے پیشے سے وابستہ افراد نیز مسخروں اور ایکٹروں یا بھانڈوں، میراثیوں کو تو بعد از مرگ یا ان کی زندگی میں اعزازات سے نوازا گیا مگر صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق

ناشر سیفی دیگر صحافی ساتھیوں کے ہمراہ بانئ پاکستان کے مزار پر فاتحہ خوانی کر رہے ہیں

اور مسلم لیگی وزیراعظم محمد خان جونیجو یا سابق کسی بھی مسلم لیگی حکومت نے انہیں کوئی اعزاز تک دینے کا اہل نہیں گردانا حالانکہ جنگ عظیم دوئم کے وقت سے ان کی بعض اہم تجاویز لندن واشنگٹن، بون، پیرس، روم، ٹوکیو اور ماسکو کی وزارت ہائے خارجہ و دفاع کے پاس بطور ریکارڈ موجود چلی آرہی ہیں۔ انڈیا آفس لائبریری لندن اور ماسکو کے اطلاعاتی ریکارڈ میں سعادت کی فائلیں محفوظ ہیں جن سے آن کے دانشور استفادہ کرتے ہوں گے۔

صدر ضیاءالحق نے ہر کہ بہ قامت کہتر بہ قیمت بہتر کے مصداق روزنامہ سعادت کو قومی جرائد کی صف میں اس کے مثبت نظریئے اور دو ٹوک اسلامی قومی پالیسی کے اعتبار سے شامل کیا ہے جس کا حوالہ ممتاز احمد طاہر کے سپاسنامے میں بھی ملتا ہے جو کنونشن میں ۷ مارچ ۱۹۸۷ء کو پیش کیا گیا تھا۔ مرحوم سیفی صاحب نے علاقائی اخبارات کو ایک فیصلہ کن قومی قوت بنانے اور تحریک نظام مصطفیٰ کو فعال بنانے کی خاطر قائداعظم محمد علی جناح کو اپنی لائلپور والی ملاقات کے دوران قائل کر لیا تھا مگر آج تک حکومت کی طرف سے اس بارے میں کوئی فیصلہ کن قدم نہیں اٹھایا گیا بلکہ علاقائی اخبارات کے گلے پر ناانصافی اور استحصال کی کند چھری پھیر دی گئی ہے۔ سیفی صاحب کے اخبار سعادت کو اس تحریک کا سرخیل ہونے کی رعایت سے کچھ

زیادہ ہی دبایا گیا ہے اس کے اشتہارات مختلف حیلے بہانوں سے کم یا بتدریج ختم کیے جا رہے ہیں حالانکہ اس بیگی اخبار کو ایک قومی ثقافتی ورثے کی تاریخی اور یادگاری حیثیت دیتے ہوئے مزید ترقی اور استحکام دینے کے لیے حکومت کی مناسب امداد و اعانت دی جانی چاہیئے تھی مگر ایسا نہیں کیا گیا۔ سیفی صاحب سے بعد از مرگ جو حسن سلوک روا رکھا گیا تو یہ کوئی حیران کن بات نہیں ہے بلکہ ان کی زندگی میں ہی انہیں کچوکے دے دے کر اس طرح بھینچا جاتا رہا ہے کہ وہ آخر کار مسلسل اذیت پسندانہ دہشت اور لامتناہی امتیازی اور استحصالی سلوک کے سلسلے اور مالی مشکلات سے دوچار کرنے کے لیے میٹھے زہر ہلاہل کے مسلسل اور بتدریج استعمال سے رفتہ رفتہ قتل کیے گئے اور تاریخ و سیاست کے مقتل میں انہیں مسیح بے صلیب کی حیثیت سے لا کر حب الوطنی اسلام دوستی اور مسلم لیگ نیز تحریک سُنیت کی حمایت کی پاداش میں اس طرح مارا گیا کہ وہ بستر علالت سے قبر میں چلے گئے مگر کسی کو اس خاموش قتل کی سازش کی کڑیوں کا ادراک تک نہیں ہو سکا۔ یہ کوئی مبالغہ یا شاعرانہ تعلی نہیں بلکہ ایک مبین تاریخی معلومہ و ثابتہ حقیقت ہے کہ عنبر بیگی امروز، ڈان اور پاکستان ٹائمز سمیت ملک کا کوئی بھی روزانہ جریدہ روزنامہ سعادت سے زیادہ پرانا اور تحریک قیام پاکستان کا سرخیل و غم خوار نہیں ہے علامہ اقبال مرحوم کی زندگی میں شائع ہونے والے اس جریدے کے اکثر شمارے شاعر پاکستان علامہ اقبال اور بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کے زیر مطالعہ رہے ان مقتدر فوجی رہنماؤں نے بارہا روزنامہ سعادت کے مندرجات اور تجاویز و آراء سے اپنے قول و فعل میں استفادہ بذریعہ اخذ و استنباط انطباق اور اطلاق بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر کیا۔ مرحوم سیفی صاحب ایک کھلی کتاب تھے وہ ایک متحرک تاریخ تحریک و قیام پاکستان تھے انہیں سر چھوٹو رام اور بعض دیگر کانگریسی لیڈروں نے لاکھوں روپے کی رشوت پیش کی تھی مگر وہ پاکستان کے خلاف

روزنامہ سعادت کو استعمال کرنے پر آمادہ نہ ہوئے قتل کی دھمکیاں بھی انہیں مرعوب نہ کر سکیں مگر اپنوں یعنی مسلم لیگیوں کے بلا تیغ و تفنگ ستم اس قدر شدید تھے کہ وہ جانبر نہ ہو سکے روزنامہ سعادت کی فائلوں کو اگر قومی دستاویزات کا درجہ دیدیا جاتے، تو سرکاری طور پر قرارداد لاہور مارچ ۱۹۴۰ء کے سیاسی پس منظر اور قیام پاکستان کی کامیابی اور پیش منظر کے بارے ضخیم جلدوں پر مشتمل تاریخی کتب اور حوالہ جاتی مستند مواد تیار کرنے کا کام سرانجام دیا جاسکتا ہے اس کام کے لیے سرکاری اعانت سے زیادہ پاکستان مسلم لیگ اور سُنیت کی تحریک کے نیز اسلام کے حامی مخیر اور اہلِ علم اور پاکستان دوست مذہبی اور سیاسی عناصر کے مادی اور اخلاقی تعاون کی اشد ضرورت ہے۔

اگر نصابی کتب میں تاریخی واقعات کو تحریف شدہ عبارتوں اور مسخ شدہ متون سے پاک کرنے کے لیے سعادت کے حوالے بھی استعمال کیے جائیں تو طلبہ کا ذہنی قبلہ درست کرنے میں خاصی کامیابی حاصل ہو سکتی ہے سابقہ لائلپور (اور موجودہ فیصل آباد) ضلع کے بارے سرکاری گزیٹر تیار کرتے وقت آئندہ سعادت سے تاریخی حوالہ جات استعمال کیے جانے چاہییں اور بانی سعادت ناسخ سیفی کے بارے بھی خصوصیت کے ساتھ تذکار اس میں کیا جانا چاہیئے کمشنر اور ڈپٹی کمشنر ضلع فیصل آباد کے علاوہ مقامی محکمہ اطلاعات کے کارپردازوں کو بھی اس غلطی اور ناانصافی کا آئندہ ازالہ مافات کرنے کی ناگزیر سعی مشکور کرنے سے ہرگز تغافل و تساہل نہیں برتنا چاہیئے کیونکہ ناسخ سیفی جیسے تذکرے کے بغیر دُلا بھٹی کے والا ساندل بار کی اس اَلھیلی دھرتی اور تحریکِ قیام پاکستان اور اسلامی صحافت و سیاست کی تاریخ مستند طور پر مرتب کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ صدرِ پاکستان، وزیرِ اعظم پاکستان وفاقی وزیر اطلاعات صوبائی گورنر اور وزیر اعلیٰ پنجاب سب کو اپنے اپنے دائرہ ہائے کار میں روزنامہ سعادت اور اس کے بانی کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ازخود ان کی سالانہ برسی پر آئندہ

پیغامات ارسال کرنے چاہئیں ۔ نیز ایک وفاقی یا صوبائی سطح پر کمیٹی قائم کی جانی چاہیئے جو تحریکِ پاکستان کے بارے میں تمام اخبارات اور شخصیات کے کردار، اہمیت اور اعانت یا افادیت کے سلسلے میں چھان بین کرنے کے بعد مواد کتابی شکل میں شائع کرے ۔

اس طرح پاکستان کو اندرون اور بیرون ملک اپنے قیام اور سربلندی کی مرحلہ وار داستان بیان کرتے ہیں آسانی ہو گی سیّد شریف الدین پیرزادہ، رضوان احمد اور دیگر حضرات نے حتیٰ کہ چوہدری محمد علی سابق وزیرِ اعظم تک نے قیام پاکستان کی تاریخ کے واقعات قلم بند کرتے ہوئے تحریف سے کام لیا ہے اور سعادت اور ناسخ سیفی کے کردار اور خدمات کا کوئی ذکر تک نہیں کیا ہے اسی طرح قائداعظم اور مسلم لیگ کی سیاست کے حوالے بااس برصغیر میں صحافت یا قومی تحریکوں کے حوالے سے بھی جو مرتب شدہ مواد دستیاب ہے اس میں بھی تحریفی یلغار اپنے عروج پر ہے۔

ذاتی یادداشتوں کی جو جنگ چند برسوں سے ایوب خان مرحوم کی خودنوشت کے بعد شروع ہوئی ہے اُس میں بھی تاریخ کے مستند مواد اور سیاسی حقیقتوں سے انحراف عیاں ہے ۔

اگر ایک قومی سطح پر انسدادِ تحریف تاریخ کمیشن قائم کیا جائے تو یہ ہماری آئندہ نسلوں پر ایک احسان عظیم ہو گا انڈیا آفس لائبریری کے ریکارڈ کے حوالے سے مسلم لیگ کا تردیدی اور وضاحتی موقف تیار کرنے کے لیے قائداعظم اور علامہ اقبال کی تحریریں اور ارشادات کے بعد روزنامہ سعادت کے مواد کو بھی مستند تاریخی مواد کی حیثیت سے استعمال کیا جا سکتا ہے زندہ قومیں اپنے قومی اور سماجی اداروں مشاہیر اور افکار و نظریات کی امین اور محافظ ہوا کرتی ہیں۔

صحافت، سیاست ادب معاشرے اور تاریخ کا چولی دامن کا ساتھ ہے صحافت ہر طبقۂ فکر کو متاثر کرتی ہے اور اس سے کماحقہٗ متاثر ہوتی بھی ہے بعض شخصیات صحافت

اور سیاست کو متاثر کرنے کا جوہر رکھتی ہیں انہیں زمانے کا نقیب ہونے کا شرف حاصل ہوتا ہے تاریخ ایک ایسی امنٹ سیاہی ہے جو ہر دور میں اپنا وجود منواتی ہے بعض شخصیات کے حوالے سے واقعات اور حالات کا تسلسل مرتب کرنے میں مؤرخ کی رہنمائی کرتی ہے ناسخ سیفی ایک نام ہی نہیں ایک ادارہ ایک نظریہ اور ایک تاریخ اور اس کی کڑیوں کا بھی نام ہے برصغیر میں ادب و صحافت کی تاریخ لکھنے والا مؤرخ کسی طور بھی یہ بات فراموش نہیں کر سکتا کہ قیام پاکستان کی تحریک میں علمائے اہلِ سنت کا کردار ایک منفرد اور فیصلہ کن عنصر اور قوت کے طور پہ امر مسلّمہ ہے سُنی اخبارات و جرائد نے پاکستان کے حق میں رائے عامہ کو بیدار کرنے میں بہت کام کیا مثال کے طور پہ روزنامہ سعادت فیصل آباد/ لاہور کا ذکر کیا جا سکتا ہے یہ جریدہ پُرانے مسلم لیگی کارکن ناسخ سیفی کی ادارت میں ۲۰ اگست ۱۹۳۷ء کو پندرہ روزہ اخبار کی صورت میں کمالیہ (ضلع فیصل آباد) سے جاری ہوا۔ ناسخ سیفی جن کا انتقال ۷ ——— جولائی ۱۹۸۴ء کو فیصل آباد میں ہی ہوا اب اگرچہ مرحوم ہو چکے ہیں مگر ان کا نام تاریخ کے قلب میں بدستور امانت ارضی کے طور پہ موجود رہے گا۔ مرحوم ناسخ سیفی کا نام ملک امام بخش ناسخ کمالوی ہوا کرتا تھا اور غلام رسول انور جو کہ بعد میں انور نظامی کے قلمی نام سے مشہور و معروف ہوئے اور عبدالستار بھٹی سعادت کے مدیران اعزازی تھے سعادت نے اپنا آغاز تحریک پاکستان کی ترجمانی سے کیا اس نے اپنے تیسرے شمارے مورخہ ۱۰ ستمبر ۱۹۸۷ء میں امور و نکات کے کالم میں لکھا تھا کیا کبھی کانگریس نے حادثہ پانی پت یا مسئلہ شہید گنج میں بھی ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے ہندو قوم کو ہڑتال کا حکم جاری کیا مگر ہمارے خود غرض کانگرسی مسلمان لیڈر ہیں کہ نیا آئین ہو یا تحریک بوچڑخانہ ہڑتال کی تحریک کر دیتے ہیں یہی اخبار جب بعد ازاں پندرہ روزہ سے ہفت روزہ ہو گیا اور ۲۲ اپریل ۱۹۴۵ء سے کمالیہ کی بجائے فیصل آباد

سے نکلنا شروع ہوا تو اندریں اثنا فیصل آباد میں جب بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کی صدارت میں کانفرنس ہوئی تو اس موقعہ پر سعادت کا ایک خصوصی ایڈیشن شائع کیا گیا مشائخ عظام اور علمائے اہلِ سنت کے پیغامات کو عوام تک پہنچانے اور خاص طور پر بنارس مرادآباد اور دیگر مقامات پر تحریک پاکستان کو مضبوط کرنے کے لیے منعقد ہونے والی سنی کانفرنسوں کے انعقاد میں سعادت نے اہم ٹھوس اور تعمیری کردار ادا کیا تھا۔

تحریک قیام پاکستان اور تعمیر پاکستان کے لیے سعادت کی خدمات کے تفصیلی جائزے اور حقائق و معارف پر مشتمل مواد کی اشاعت جب بھی ہوگی تو جدوجہد آزادی کے شیدائیوں کے لیے بعض اہم گوشے سامنے آئیں گے سعادت کمالیہ نے ۱۵ نومبر ۱۹۴۲ء کے شمارے کو مسلم لیگ نمبر کے طور پر شائع کیا تھا اور اہلاً و سہلاً مرحبا کے زیرِ عنوان اپنے اداریے میں قائداعظم اور مسلم لیگ کے دیگر اکابرین کی فیصل آباد میں تشریف آوری پر اظہارِ تشکر و امتنان کیا تھا سعادت کے فائل اس حقیقت کے اظہار میں بخیل نہیں کہ جگہ جگہ مسلم لیگ کے زیرِ اہتمام عید میلاد النبیؐ کے جلسے ہوتے تھے اور عید میلاد النبیؐ کے جلسوں میں مسلم لیگ کے زعماء سے خطاب کیا کرتے تھے ۱۲ مئی ۱۹۴۵ء کو چھاؤنی فیروزپور میں اسلامیہ ہائی سکول میں میلاد النبیؐ کا ایک جلسہ ہوا تھا جس میں ملک جمال الدین صاحب قاضی مرید احمد مبلغ مسلم لیگ میانوالی اور سید غلام مصطفےٰ شاہ خالد گیلانی نے سیرت النبیؐ پر تقریریں کرتے ہوئے مسلم لیگ کا پیغام مسلمانانِ فیروزپور چھاؤنی کو پہنچایا سعادت لائلپور ۲۲ مئی ۱۹۴۵ء کی اشاعت اس بارے گواہ ہے اہل سنت والجماعت کی قیام پاکستان کے لیے شب و روز محنت اور خدمات جلیلہ کے باعث پاکستان اور سنی لازم و ملزوم ہو کر رہ گئے تھے سعادت کے ۸۔ جولائی ۱۹۴۵ء کے حوالے سے حسین بھائی لال جی اور نواب سجاد علی خان نائب

صدر آل انڈیا شیعہ پولیٹیکل کانفرنس کے بیانات سامنے آتے ہیں جسین بھائی کہتے ہیں
کہ سنی مسلمان اور ان کے سیاسی ادارے مسلم لیگ کو خوشنما اصولوں کے بار بار اعادہ
کرنے اور مسلم حقوق و مراعات کے بارے زور زور سے گفتگو کرتے میں کبھی بھی تھکن
محسوس نہیں ہوتی۔ لیکن ان حقوق و مراعات کے معنی صرف سُنی حقوق و مراعات کے
ہیں نواب سجاد علی خان نے وضاحتاً کہا تھا کہ مسلم لیگ جو بیشتر سُنی مسلمانوں کی
جماعت ہے ہماری نمائندگی نہیں کرتی لہٰذا وہ ہمارے حقوق کی اہل نہیں ہے
اس اعترافِ حقیقت سے عیاں ہوتا ہے کہ اہلِ سنت نے پاکستان کو دین و
ایمان کا مسئلہ قرار دیا تھا۔ سعادت کی ایک خبر میں یہ بھی مذکور تھا کہ اتوار کی شب
کو جامع صابریہ لائلپور میں محفل میلاد منعقد کی گئی مولانا عبد الغفور ہزاروی وزیر
آبادی نے شانِ رسالت اور مقام مصطفٰے کے موضوع پر تقریر فرمائی اور آخر میں
آپ نے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہوں سوادِ
اعظم سے الگ رہنا گمراہی ہے علمائے احناف کا متفقہ فیصلہ ہے کہ مسلمانوں کو
مسلم لیگ میں شامل ہونا چاہیئے یکم جولائی ۱۹۴۵ء اور ۸ جولائی ۱۹۴۵ء کے شمارے
قابل غور و حوالہ ہیں حضرت امیر ملت محدث علی پوری سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ
گورداسپور حضرت پیر سید فضل شاہ امیر حزب اللہ جلال پور شریف حضرت میاں
علی محمد صاحب بستی شریف والے سید سدید الدین شاہ صاحب سجادہ نشین تونسہ
شریف سجادہ نشین دربار غوثیہ سکھو چک ضلع گورداسپور اور دیگر مشائخ عظام
کے اعلانات بھی سعادت میں شائع کیے گئے ہیں جن میں کہا گیا تھا کہ سب مسلمان
پاکستان کے قیام کی جدوجہد میں شریک ہوں یہ ممکن ہے کہ پاکستان کے حامی اور
پرچارک سیاست دانوں عالموں صحافیوں اور عامیوں میں سے اکثر حضرت اہلِ
سنت کا عقیدہ رکھنے والے ہی تھے ان بہت سے معروف ناموں میں ایک نام

سیفی صاحب کا بھی تھا لائل پور کے پرچے کی صحافتی خدمات۔ علامہ امام الحق ناسخ کاروی
معروف ناسخ سیفی ۱۹ مارچ ۱۹۱۸ء میں پیدا ہوئے تھے یہ ایک جانا پہچانا اور مشہور
نام ہے مرحوم نے کم عمری میں صحافت کی وادی میں قدم رنجہ فرمایا اور وہ عملی صحافت
کے دور کو پورا کر کے اس دنیا سے سدھار چکے ہیں وہ ابھی بیس برس کے بھی نہیں
تھے کہ انہوں نے کمالیہ (ضلع لائلپور) سے ایک ملی، سیاسی، ادبی، معاشرتی انقلابی
اور اصلاحی ہفت روزہ اخبار سعادت جاری کیا تھا جو کہ ہر جمعہ کو کمالیہ سے شائع ہوا
کرتا تھا ۸ صفحات پر مشتمل اس کا پہلا شمارہ ۲۰ اگست ۱۹۳۰ء کو کاروشن الیکٹرک
پریس میں باہتمام امام الحق ناسخ ایڈیٹر پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار سعادت
کمالیہ سے شائع ہوا تھا کمالیہ کے نواب سعادت علی خان اس اخبار کے ابتدائی
سرپرستوں میں سے ایک تھے اس کے شمارہ اول پر سیفی مرحوم نے یہ اعتراف کیا تھا
کہ "میں اس اخبار کو عالی جناب خان صاحب محمد سعادت علی خان صاحب ایم ایل
اے کے نام نامی اور اسم گرامی سے منسوب کرتا ہوں اور ان کا تہہ دل سے ممنون
ہوں کہ انہوں نے اخبار کی سرپرستی قبول فرمائی ہے" سعادت کا لائحہ عمل پہلے
اداریے میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہمارا مسلک صلح کل رہے گا۔ لیکن با عزت طور
پر اگر کوئی کسی کی حق تلفی کرے گا تو ہمیں اس کی مخالفت کرنی پڑے گی کیونکہ
صلح اور محبت بغیر انصاف کے کبھی قائم نہیں رہ سکتی اور چونکہ ہم اتفاق عامہ کے
علمبردار ہیں اس لیے ہمیں وہی طریق عمل اختیار کرنا پڑے گا جس سے اتفاق
اور محبت کی بنیادیں استوار ہوں اور اسی نیک مقصد کو حاصل کرنے میں اعلائے کلمۃ
الحق میں کسی قسم کا باک نہیں ہوگا۔

اس مسلک کل اور صلح جوئی کے پرچار کی بدولت جلد ہی دور و نزدیک یہ اخبار
قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا اور جانا پہچانا جانے لگا۔ یہ اخبار مسلم لیگی ذہن اور

مزاج کی بدولت مسلم لیگ کا داعی اور ترجمان رہا ۱۹۴۲ء میں سعادت نے اعلان
کیا کہ ہندوستان میں اسلامی سلطنت کے احیاء کا علمبردار نومبر ۱۹۴۲ء میں جب
قائداعظم محمد علی جناح لائلپور کے تاریخی دورے پر گئے تو یہ اس علاقے کا واحد مسلم لیگی
سنی حنفی اردو اخبار تھا کہ پاکستان کے قیام کی نظریاتی جنگ قائداعظم کی خواہش
اور حکم کے مطابق تن تنہا لڑ رہا تھا یکم نومبر ۱۹۴۲ء کو شذرات کے کالم میں ناسخ
سیفی نے لکھا تھا کہ ۱۷، ۱۸ نومبر ۱۹۴۲ء کو اسلامیان ہند کے مخلص اور محبوب
لیڈر محمد علی جناح ہمارے ضلع کے صدر مقام لائلپور میں تشریف لا رہے ہیں اور
اور شاید ان کی معیت میں سر ناظم الدین اور نواب زادہ رشید علی خان صاحب کے
علاوہ پنجاب کے دیگر لیگی مقتدر حضرات بھی تشریف لائیں گے اس لیے ضلع کے
تمام مسلمانوں کو لازم ہے کہ وہ ہندوستانی مسلمانوں کے حقوق کے محافظ اور قائد
کا نہایت جوش و خروش سے شایانِ شان استقبال کریں کیونکہ ایسے مواقع زندگی میں
کم میسر آتے ہیں امید ہے ہر اہل درد مسلمان مسٹر جناح اور دیگر اکابرین کے
حقیقت افروز بیانات سے مستفید ہوگا۔"

قائداعظم کی آمد پر سعادت نے پہلا مسلم لیگ نمبر شائع کیا تھا جس میں ان کی آمد
کو اسلامی شوکت کے اظہار سے تعبیر کیا گیا تھا پنجاب صوبائی مسلم لیگ کانفرنس میں
ناسخ سیفی کمالیہ سے رضاکاروں کی فوجِ ظفر موج لے کر گئے تھے میاں عبدالباری،
نواب غضنفر علی خان اور نواب ممدوٹ نے سیفی صاحب کو مستقل طور پر لائلپور آنے
کی دعوت دی چنانچہ ۱۹۴۳ء میں ناسخ سیفی سعادت سمیت کمالیہ سے فیصل آباد
چلے آئے پہلے پہل وہ چوہدری عزیز الدین ایڈووکیٹ کے پاس ٹھہرے مگر پھر جلد
ہی اپنا الگ آشیانہ بنا لیا حکیم ملک محمد شریف کا مطلب بھی ان کے کافی عرصہ زیرِ تصرف
رہا وہ مجلسِ پاکستان لائلپور کے بھی سرگرم رہنما تھے اس دور میں خلیق قریشی مرحوم

محمد رمضان خان سرور مرحوم جناب خورشید عالم (جہاں گرد) اختر سدیدی (مدیر اعلیٰ روزنامہ
سعادت لاہور اور فیصل آباد) انور نظامی اور حکیم ظفر علی گوندل سے ان کے تعلقات
رفیقانہ مواشت سے بڑھ کر اقربا کی حد تک استوار ہو گئے تھے قائد اعظم کا لائل پور
میں قیام فوج کے ایک کرنل میاں محمد حیات خان مرحوم کے گھر پر ہوا تھا وہ کمالیہ ہاؤس
میں ہرگز نہیں ٹھہرے تھے کیونکہ ماڈل ٹاؤن لائلپور میں واقع متذکرہ کمالیہ ہاؤس
میں تو تقسیم ہند کے بہت بعد کی تعمیر شدہ عمارت ہے ۱۹۴۲ء میں تو اس کا وجود
بھی نہیں تھا نواب محمد سعادت علی خان کے بیٹے نوابزادہ غلام علی خان آف کمالیہ
اس زمانے میں لائل پور میں رجسٹرار کے عہدے پر فائز تھے چنانچہ قائد اعظم، نواب
صاحب کے گھر بھی گئے ایک دعوت پر کچھ دیر کے لیے گئے تھے یہ تاریخی دعوت
سول لائینز لائل پور کی اس کوٹھی میں ہوئی تھی جو ۱۹۴۸ء میں وفاقی وزیر تعلیم،
چوہدری علی اکبر خان مرحوم کو الاٹ کر دی گئی تھی۔

دعوت کے موقعہ پر چند نادر تصاویر بھی اتاری گئی تھیں جو کہ نواب غلام علی خان
صاحب کے ذاتی البم میں ایک قیمتی قومی اور تاریخی اثاثے کی حیثیت سے ہمارے
ثقافتی سیاسی ورثے کے طور پر محفوظ ہیں ناسخ سیفی کی ملاقات اسی کوٹھی میں قائد
اعظم سے ہوئی جس میں قائد اعظم علاقائی اخبارات کا ایک گروپ قائم کرنے پر متفق ہو
گئے تھے اور ناسخ سیفی نے قائد اعظم کو سُنی فقہ کے اعتدال پسندانہ اکثریتی جمہوری
اور آئینی کردار افادیت اور اہمیّت کے بارے میں بھی قائل کر لیا تھا۔ قائد اعظم
سعادت کو ایک سے زیادہ زبانوں میں بھی مسلم لیگ کی زیر سرپرستی شائع کرنے کے
منصوبے سے بھی اتفاق کر چکے تھے مگر بعد ازاں اس معاملے پر پیش رفت نہ ہو سکی
۲۲ جون ۱۹۴۵ء کے سعادت کے مسلم نیشنل گارڈ کے نمبر کے لیے قائد اعظم
نے بطور خاص پیغام ارسال فرمایا تھا یہ کسی اردو علاقائی جریدے کو ان کا پہلا پیغام

تھا جس میں لفظ پاکستان استعمال ہوا تھا۔ اس پیغام میں انہوں نے لکھا تھا کہ میری تمنا ہے کہ سعادت بار آور ہو۔ یہ پیغام نیشنل گارڈ صوبہ پنجاب کے ناظم اعلیٰ احمد نواز پاشا کے ہاتھ دہلی سے قائد اعظم محمد علی جناح نے ارسال کیا تھا جو کہ نوجوانانِ اسلامیانِ ہند کے لیے ان کا ایسا جامع پیغام تھا جس میں قائد اعظم نے پہلی بار ببانگِ دہل اعلان کیا تھا کہ " میں ایک بار پھر تمام مسلمانوں کو متنبہ کرتا ہوں کہ وہ ہوشیار ہو جائیں اور ہر مشکل کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ ہمارا شاندار ماضی اور قابلِ فخر روایات اور اسلام کے بنیادی اصول ہمیں غیر ملکی غلامی اور ہندو کے رام راج کے خلاف بغاوت پر آمادہ کرتے ہیں۔ اور ہماری حقیقی آزادی حقیقی طور پر قیام پاکستان ہی میں ہے۔ آزادی کے معنی عظیم ذمہ داری ہے " اس پیغام کا اصلی متن انگریزی میں تھا جو کہ نیشنل گارڈ کی ضلعی تنظیم کے علاوہ خود (قائد اعظم) نے بھی اپنی دستاویزات میں بطور ریکارڈ دہلی میں محفوظ کر لیا تھا۔

پاکستان بن گیا تو پھر قائد اعظم کے گرد مسائل کا انبار لگ گیا ہی نہیں انہیں مخصوص مفادات کے حامل ایک گروہ نے گھیر لیا یہی وجہ تھی کہ بانی پاکستان اسلامی مملکت کے لیے ایک دستوری خاکہ تیار کر لینے کے باوجود اسے عملاً نافذ کرانے اور مسلم لیگ سے منظور کرا لینے میں ناکام رہے اور دل برداشتہ و دل گرفتہ حالت میں ہی چل بسے

جو مشن قائد اعظم اور پرانے مسلم لیگی

دانشوروں نے اختیار کیا تھا اس کی قدر و قیمت اور توقیر کی جانی چاہیئے اور ایسے ادارے قائم کیے جائیں جس میں اسلام اور نظریہ پاکستان اور ختم نبوت کے دشمنوں تیز ایک غداروں اور رسول کے باغیوں کے خلاف ڈٹ کر اپنا سب کچھ قربان کرنے والے مجاہدوں اور اداروں کو اجاگر کرنے کا بندوبست کیا گیا ہو قومی مشاہیر کا سلسلہ

علامہ اقبال، آغا شورش کاشمیری سے شروع ہو کر حمید نظامی اور ناسخ سیفی جیسے معروف اور کہنہ مشق صحافیوں دانشوروں پر جا کر ختم ہوتا ہے جو ایک عہد کی داستان اور متحرک فکری و نظری تصویر تھے ان کی یاد سے زیادہ ان کا لہو گرمادینے والا مقدس مشن ہمیشہ زندہ و تابندہ رہے گا کیونکہ

ہر گز نہ میرد آں کہ دلش زندہ شد بہ عشق

تحریک پاکستان کے حوالے سے مسلم لیگ اور قائد اعظم کے مخالفوں نے جو پروپیگنڈہ چلایا تھا سعادت نے ہر محاذ پر اس کا توڑ کیا چنانچہ مسلم لیگ کا حتمی نصب العین قیام پاکستان اور وہاں اسلامی نظام کا نفاذ کرنا ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کی قرارداد لاہور سمیت اگر کسی بھی مسلم لیگی دستاویز میں صراحت سے تاریخی طور پر ملتا ہے تو وہ صرف روزنامہ سعادت ہے جس کے لیے قائد اعظم نے اپنا خصوصی پیغام نوجوانوں کے نام ارسال کیا تھا فی الحقیقت یہ ایک ایسا نادر تاریخی حوالہ اور ریکارڈ ہے جسے مسلم لیگ کی سیاسی دستاویز ہی نہیں بلکہ پاکستان کا قومی اثاثہ بھی قرار دیا جا سکتا ہے اگر لاہور کی قرارداد ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کی تشریح درکار ہو تو وہ صرف اسی پیغام سے کشید اخذ یا مستنبط کی جا سکتی ہے۔ مرحوم سیفی صاحب خود نمائی کے قائل نہ تھے۔ وہ افکار و حوادث کا چلتا پھرتا خزانہ تھے ان کے سینے میں بڑے راز پوشیدہ تھے جنہیں وہ اپنی قبر میں ساتھ لے گئے ہیں۔

پاکستان قائم ہونے کے بعد قائد اعظم محمد علی جناح سے ان کی ملاقات فاطمہ جناح لیاقت علی خان اور سر ظفر اللہ قادیانی کے علاوہ میاں ممتاز محمد خان دولتانہ نے ممکنہ حد تک یقینی نہ بننے دی قائد اعظم نے لائلپور میں اپنی ملاقات کے دوران نواب سعادت علی خان کی سفارش پر مسلمان علاقائی اخبارات کی انجمن کی سرپرستی قبول کر لینے پر آمادگی ظاہر کر دی تھی مگر ۱۹۴۷ء تک کوئی کنونشن نہ بلاتے جانے پر سخت

افسردہ تھے چنانچہ قیام پاکستان کے بعد قائد اعظم آئین کی تیاری اور مملکت کے استحکام و تعمیر کی کوششوں میں منہمک ہونے کے باوجود علاقائی اخبارات کا کنونشن بلانے اور خود اس کی صدارت کرنے نیز مستقل سرپرستی قبول کرنے کے وعدے پر قائم رہے مگر ان کی زندگی میں یہ کام نہ ہو سکا جس کے بعد ۱۹۵۳ء کا زمانہ آیا اسکے پہلے چھ سالہ وقفے میں مسلم لیگ اندرونی کش مکش اور دھینگا مشتی کی سیاست اور حکومت محلاتی سازشوں کا شکار رہی قومی سطح پر جو اطلاعاتی پالیسی بنی اس میں علاقائی جریدوں کو نظر انداز کیا گیا اور قائد اعظم کی خواہشات کے سراسر برعکس ایک منفی حکمت عملی اختیار کی گئی جس میں قدرے نرمی یا تبدیلی مرحوم سابق صدر مملکت جنرل محمد ایوب خاں کے دور میں سیفی صاحب کی ترغیب و سلسلہ جنبانی کے باعث پیدا ہوئی مگر یحییٰ خان اور بھٹو حکومت نے اسے بری طرح تاراج کر کے رکھ دیا۔ آج بڑے اخبارات اور چھوٹے اخبارات میں جو محاذ آرائی پائی جاتی ہے اس کا خاتمہ کرنے کے لیے قائد اعظم کے دور میں اختیار کی جانے والی پبلسٹی پالیسی اگر پھر سے اپنا لی جائے اور اسے جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کر لیا جاتے تو کافی مسئلے حل ہو سکتے ہیں۔

وزیر اعظم پاکستان کو وزارتِ اطلاعات و نشریات سمیت تمام محکموں کو یہ ہدایت جاری کرنی چاہیئے کہ وہ مرحوم سیفی صاحب کی پیش کردہ تجاویز اور ان پر عملدرآمد کی رفتار کا جائزہ پیش کریں اس طرح انہیں یہ علم ہو سکے گا کہ آج کے دور میں ملک کو جن مسائل سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے ان کی بہت پہلے سے کس دانشورانہ انداز سے نشاندہی کر دی گئی تھی"

سعادت کے تاریخی ریکارڈ سے استفادہ کرتے ہوتے مطالعہ پاکستان میں پائے جانے والے ابہامات اور مبہمات کو دور کرنے میں خاصی مدد حاصل کی جا سکتی ہے قائد اعظم کے افکار و نظریات اور اُن کی سماجی و سیاسی سرگرمیوں کے سلسلے میں مستند

ریکارڈ جو مسلم لیگ کے اس ترجمان تاریخی اخبار میں شائع ہو چکا ہے اس کو استعمال کر کے بعض حیرت انگیز پوشیدہ گوشے قوم کے سامنے آشکارا کیے جا سکتے ہیں ضلع لائل پور اور لاہور کے جو سرکاری گزیٹیر شائع کیے گئے ہیں ان کو بھی درست اور بہتر بنانے کے لیے سعادت کے تاریخی ریکارڈ سے کماحقہٗ استفادہ کیا جا سکتا ہے گزشتہ ۵۰ سال قیام و استحکام پاکستان کے ساتھ ہی ساتھ سعادت کے ارتقاء کی منزلوں کی تاریخی داستان بھی ہے جس کے ہیرو خود اس کے بانی ناسخ سیفی ہیں جنہوں نے قائد اعظم مسلم لیگ اور اسلام کے لیے خود کو آل انڈیا کانگرس اور پنڈت جواہر لال نہرو نے بقول سیفی صاحب انہیں یہ پیشکش کی تھی کہ اگر سعادت کو کانگرس کا ترجمان بنا دیں تو ہندوستان کے ہر ڈویژن میں اس کے ذیلی دفاتر قائم کر کے اسے انگریزی اور دوسری بھارتی زبانوں میں شائع کرنے کے تمام اخراجات برلا اور ڈالمیا برداشت کرنے کو تیار ہیں مگر یہ پیشکش قبول نہ کرنے پر کانگرس والے اس کے خلاف ہو گئے اور ہندو پریس کے مقابلے پر مسلمان پریس کی اس موثر آواز کو دبانے کے لیے نت نئی سازشیں کی گئیں جن میں سیفی صاحب کی زندگی کا خاتمہ کرنے کی ناکام کوشش بھی شامل ہے جب تک پاکستان قائم رہے گا سعادت اور اس کے بانی کا تذکرہ اس کی تاریخ لکھنے والوں کے قلم روک کر اپنی جانب ان کی توجہ مبذول کراتا رہے گا۔

صحافت کے عظیم محسن اور عصر آفریں شخصیت سیفی صاحب کے بارے میں تنویر الدین عادل رقم طراز ہیں کہ:۔

کون اٹھا ہے انجمن سے انجمن افسردہ ہے

ضبط غم بے کیف ہے رنگ سخن افسردہ ہے

اس وقت پاکستان کی تاریخ میں عظیم کارنامے سر انجام دینے والی شخصیتوں کی کافی تعداد

پاکستان کی سرزمین میں موجود ہے اور کافی سے زیادہ اس دنیا سے رحلت کر گئیں ہیں انہوں نے آزادی کی خاطر بے انتہا تکالیف اور صعوبتیں برداشت کیں مگر آزادی کا جھنڈا ہمیشہ بلند ہی رکھا۔ ان میں سے برصغیر پاک و ہند کی جدوجہد آزادی کے علم کو بلند کرنے والوں میں فیصل آباد کے نامور صحافی تحریک پاکستان کے مجاہد اور سماجی کارکن مدیر مسئول روزنامہ سعادت الحاج ناسخ سیفی بھی تھے ناسخ سیفی مرحوم آزادی کے متوالوں مجاہدوں اور سرفروشوں کے قافلہ حریت کے ایک رکن تھے ان کی وفات ہم سب کے لیے ایک المناک سانحہ ہے ہمارے ملک کی صحافت ایک عظیم محسن اور عصر آفرین شخصیت سے محروم ہو گئی۔

وفات کے وقت ان کی عمر تقریباً ۰۷ برس تھی وہ گذشتہ ۶ ماہ سے فالج کا شکار تھے ان کی رحلت کی خبر پڑھ کر ہر وہ شخص اداس و پریشان ہو گیا تھا جس کا ذرا سا بھی صحافت، ادب، پاکستان اور تحریک پاکستان سے لگاؤ ہے یا جو ان کو ذاتی طور پر جانتا ہے میں نے قبلہ ناسخ سیفی مرحوم کو ۱۹۵۰ء میں دیکھا اس کے بعد ۴۰ برس ملاقات کے بعد گاہے گاہے ملاقات ہوتی رہی جو میرے لیے ایک قیمتی متاع ہے مجھے یہ بھی یاد ہے کہ میں نے سیفی صاحب مرحوم کو حضرت سید عبدالحق شاہ قادری کے ہاں دیکھا جو عالم باعمل تھے اس محفل میں دوسرے اہل علم و دانش بھی موجود تھے ان میں سے پروفیسر افتخار احمد چشتی، الحاج غلام رسول خلیق قریشی مرحوم ڈاکٹر علی محمد محمد احمد دستی، حاجی چوہدری علم الدین، ڈاکٹر نور محمد، ایم ایس بھٹی مرحوم محمد اکرم صاحب، زمزم والے تاج الدین بٹ، تاج الدین ہوزری والے اور محمد جمیل تھے اگر میں یہ کہوں تو کوئی مبالغہ نہ ہو گا کہ حکیم سید عبدالحق شاہ قادری کی روحانی اور دینی شخصیت نے ہمیشہ پڑھے لکھے لوگوں کو روحانی محفلوں میں اکٹھا کیا۔

جب کہ ناسخ سیفی مخلص نظریاتی پاکستانی تھا انہوں نے اس ملک کے قیام کے لیے

تاریخ ساز کارنامے سرانجام دیے ہیں تحریک پاکستان کے ایک ایک کارکن کے سینے میں ہماری جدوجہد آزادی کی داستان رقم کی ہے جب تحریک پاکستان کا ایک کارکن اس فانی دنیا سے رحلت کرتا ہے تو اس کے ساتھ ہی برصغیر پاک و ہند کی تاریخ کے بہت سے اوراق دفن ہو جاتے ہیں ہماری جدوجہدِ آزادی کا گمنام کارکن بھی ایک چلتی پھرتی تاریخ سے کم نہیں مگر بزرگوار ناسخ سیفی تو ہماری تاریخ کی ایک متحرک، عہد آفرین اور نامور شخصیت تھے اس لیے ان کی قدر و منزلت کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے وہ تحریک پاکستان کے ان مخلص اور دیانتدار کارکنوں میں سے تھے جنہوں نے اپنی زندگی قوم اور پاکستان کے لیے وقف کر رکھی تھی جن لوگوں کی جدوجہد کی بدولت ہم آج آزاد ہیں اور آزادی جیسی نعمت سے مستفید ہو رہے ہیں۔ ان میں سے ایک الحاج ناسخ سیفی بھی ہیں انہوں نے تحریک پاکستان میں نمایاں کردار ادا کیا ان کی تمام عمر نظریہ پاکستان کی نشر و اشاعت اور پاکستان کی ترقی و بہبود کے لیے وقف رہی انہوں نے زبان اور قلم دونوں سے بے پناہ قومی خدمت کی جسے فراموش نہیں کیا جا سکے گا۔

آپ پاکستان کی آزادی کے ہیرو تھے وہ محض ایک صحافی نہیں تھے بلکہ وہ ایک انجمن تھے سیفی صاحب محنت خلوص اور دیانت کا مجسمہ تھے آپ کی خودداری کی حالت یہ تھی کہ وہ تحریک پاکستان کے نامور کارکن اور قیام پاکستان کے بعد برسرِاقتدار مسلم لیگ میں اپنے اثر و رسوخ کی بنا پر معقول جائیداد یا فوائد حاصل کر سکتے تھے لیکن انہوں نے دیانتداری اور خودداری کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور رزقِ حلال کو ترجیح دی اور آخری دم تک اس اصول پر کاربند رہے۔

الحاج ناسخ سیفی صاحب قائداعظم کے سچے پیروکاروں میں سے تھے قائداعظم کے قریبی ساتھی اور تحریک پاکستان کے سرکردہ کارکن تھے نظریہ پاکستان کے مبلغ اور مملکت خداداد کے جانباز سپاہی تھے نوجوانی میں تحریک پاکستان کے دوران حضرت قائداعظم کے

پیغام آزادی کو اپنے اخبار "سعادت" میں مضامین کے ذریعے گلی گلی اور کوچہ کوچہ پہنچایا وہ پاکستان کے لیے زندہ رہے اور پاکستان کی بقاء اور سلامتی کے لیے آخری دم تک مصروفِ عمل رہے۔

ناسخ سیفی مرحوم کی وفات پر ملک کے طول و عرض سے تعزیتی خطوط سے ظاہر ہوتا ہے کہ صحافتی، مذہبی، سیاسی اور ادبی میدان میں کیا مقام حاصل تھا گویا کہ آپ کو علمی ادبی صحافتی مذہبی اور سیاسی میدان میں یکساں مقبولیت حاصل تھی۔

روزنامہ سعادت فیصل آباد/لاہور کی زندگی کے ۵۰ سال بفضلہٖ تعالےٰ پورے ہو چکے ہیں۔ سعادت کے ۵۰ سال مکمل ہو جانا ایک بہت اہم اور تاریخی کارنامہ ہے یہ ایک بہت بڑا معرکہ ہے بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ ایک معجزہ ہے کیونکہ یہ اخبار جس طرح بے سروسامانی اور مشکلات سے دوچار رہا یہ حضرت ناسخ سیفی مرحوم کا حوصلہ اور عزم ہی تھا۔

تاہم آزمائشوں اور ابتلا کے اس دور سے گزر کر حق گوئی اور مستقل مزاجی کا سونا کندن بن کر چمکا اور مشکلات و تکالیف کے ہجوم میں بھی حضرت ناسخ سیفی کے قلم کی جولانیاں تابندہ رہیں اگر یہی حالات کسی اور شخص کے ہوتے تو وہ کب کا حوصلہ ہار چکا ہوتا مگر ناسخ سیفی مرحوم کو اپنے قائد حضرت قائد اعظم کے حکم اور اسلام کی محبت نے حوصلہ عطا کیا۔ جس طرح ناسخ سیفی نے یہ سفر طے کیا یہ ایک لمبی داستان ہے اسی لیے میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کے حضور اس مرحلہ کے سر ہو جانے پر سجدۂ شکر ادا کیا جائے۔

روزنامہ سعادت فیصل آباد/لاہور کا اجراء ۱۹۳۷ء میں ہوا اس وقت پنجاب میں اس کی بڑی ضرورت تھی جبکہ قبلہ ناسخ سیفی کے پاس مالی وسائل بھی زیادہ نہیں تھے مگر اس وقت ناسخ سیفی مرحوم پر ایک دھن سوار تھی وہ دھن آزادیٔ وطن

کی دشمن تھی۔ غلامی کا جوا اتارنے کی دشمن تھی اس وقت قائداعظم محمد علی جناح کی تحریک آزادی کے پیش نظر ایک مخصوص اخبار کی ضرورت تھی چنانچہ ناسخ سیفی مرحوم نے قائداعظم کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے روزنامہ سعادت کو تحریک پاکستان کے لیے وقف کر دیا۔

چنانچہ قائداعظم کے فرمان پر جاری ہونیوالا روزنامہ سعادت تحریک پاکستان کے دوران برصغیر پاک و ہند کے لاکھوں عوام کا زبان بن گیا اور اس نے ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہر گھر سے مسلم لیگ تک قائم کر دیا اس بات کی گواہی اس وقت کے محب وطن سیاسی اور سماجی کارکن دے سکتے ہیں جنہوں نے دولت والوں کا ساتھ چھوڑ کر بے سر و سامانی میں "سعادت" اور مسلم لیگ کا ساتھ دیا تھا اور آج ہم سب فخر و انبساط کے ساتھ اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس وقت ناسخ سیفی صاحب مرحوم اور سعادت نے مطلع البلاغ کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں اپنا چراغ جلائے رکھا۔

ملی اخبارات کا قوم و ملک کی ترقی و خوشحالی اور اخلاق کا آپس میں گہرا تعلق اور واسطہ ہوتا ہے اخبارات میں کام کرنے والے صحافی حضرات ملک کی ترقی و خوشحالی کے لیے کارہائے نمایاں انجام دے سکتے ہیں اگر کسی ملک کی صحافت صاف ستھری ہو تو وہ ملک ترقی یافتہ ہو جائے گا اگر اس ملک کی صحافت غیر ترقی یافتہ اور غیر مہذب ہو گا گویا صاف ستھری صحافت اس ملک کے لیے ایک نعمت عظیم ہوتی ہے اگر ہر صحافی کا ضمیر کسی بھی فرد یا افراد کے کسی گروہ کے مفادات کے تابع نہ ہو تو اس طرح کی صحافت عوام کے لیے ایک مضبوط اور قابلِ اعتماد ادارہ کا کام انجام دے سکتی ہے۔

روزنامہ سعادت نے ہمیشہ صاف ستھری صحافت کا کردار ادا کیا۔ ملک و قوم کے مفادات کو ہمیشہ مدِنظر رکھا۔ ذاتی مفادات کو نظر انداز کیا اگر احباب ناسخ سیفی ذاتی

مفادات کو مدِ نظر رکھتے تو وہ بے پہاد دولت اور اثاثوں کے مالک ہوتے مگر ایسا نہیں ہوا۔ آج بھی سعادت کے دفاتر کرائے پر بلڈنگ میں قائم ہیں سعادت کے بانی کا ضمیر مطمئن تھا اسی لیے سعادت اور الحاج ناسخ سیفی کو تمام حلقوں میں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے جب تک سعادت ستھری صحافت کا آئینہ دار ہے انشاء اللہ ہمیشہ اسی ڈگر پر قائم رہے گا۔

سعادت نے ہمیشہ مثبت کردار ادا کیا اور اس سے قوم اور ملک کو فائدہ ہوا۔ سعادت نے ہمیشہ تہذیب واخلاق اور شائستگی کے ساتھ حکومت کو سمجھایا جس کے خاطر خواہ نتائج برآمد ہوتے۔ یہ بات بھی درست ہے کہ صحافی حضرات فرشتے اور حاکم معصوم نہیں ہوتے غلطیاں دونوں اطراف سے ہوسکتی ہیں لیکن دشنام طرازی ذاتی حملے کردار کشی اور فحش قسم کی صحافت کامیاب نہیں ہوتی اس لیے اچھے صحافی ہمیشہ اچھی روایات قائم کرتے ہیں قبلہ سیفی صاحب مرحوم ہمیشہ اعتدال پسند رہے۔ آپ تعمیری تنقید اور اچھے کام کی تعریف کرتے تھے اسی خوبی وکردار نے دشمنوں کو بھی رام کردیا۔

سعادت نے ۵۰ سال کے عرصہ میں عوام کی دادرسی کی اور انہیں اچھے کردار کی سمت دکھائی عوام کو اخلاق راست گوئی حقوق اللہ اور حقوق العباد کی طرف متوجہ کیا سعادت اب بھی بے باکی حق پرستی تحریک پاکستان اور صداقت کا آئینہ دار ہے۔

کسی بھی ریاست کے چار ستون وضعدار حکومت اور اس کے نمائندہ اراکین کا آزاد عدلیہ، آزاد پریس اور آزاد مقننہ ہیں اگر خدانخواستہ ان چار ستونوں میں سے کوئی ایک ستون بھی ٹوٹ جائے یا اپنی جگہ سے سرک جاتے تو نقصان ریاست کو پہنچتا ہے اس ریاست میں آرام وسکون نہیں رہتا۔ افراتفری اور انتشار پھیل جاتا ہے ان پچاس سالوں میں سعادت نے ہمیشہ آزادی سے کام کیا اور استحکام پاکستان کے

لیے مصروفِ جہاد رہا۔

صحافی کو تنقید کا حق حاصل ہے مگر تعمیری تنقید اور اچھے کام کی تعریف ہونی چاہیے سعادت اپنی پچاس سالہ تاریخ میں انہی اصولوں پر عمل پیرا رہا۔ کسی اخبار کی ہر دلعزیزی کا انحصار اس کے شائع کردہ مواد پر ہوتا ہے۔ روزنامہ سعادت نے ہمیشہ ایسا مواد شائع کیا جس سے اسلامی اور معاشرتی برائیوں میں کمی اور اسلامی و معاشرتی اقدار میں مثبت اضافہ ہو۔ سعادت اس عرصہ میں انصاف گوئی اور حق پرستی کا پیامبر رہا ملت کی یکجہتی و اتحاد کے لیے کوشاں رہا ملک و قوم کی تعمیر و ترقی کے لیے مصروفِ عمل رہا۔

سعادت ہر لحاظ سے ان پچاس سال میں عوام کے دل کی دھڑکن کا ترجمان رہا ہے۔ روزنامہ سعادت نے سنسنی خیزی اور منافرت اور جذباتیت کی بجائے ہمیشہ تعمیری یکجہتی اور مقصدی صحافت کا پرچم بلند کیا حضرت ناسخ سیفی مرحوم کی تحریروں میں اسلام، پاکستانیت اور سنجیدگی کا رنگ غالب رہا۔ انہوں نے جو کچھ بھی لکھا تعمیرِ وطن کے جذبے سے سرشار ہو کر لکھا انہوں نے تنگ نظری اور علاقائی منافرت کی بجائے ہمیشہ قومی ملی مفادات اور یکجہتی کو عزیز رکھا۔

روزنامہ سعادت کی شان میں قصیدہ گوئی یا مدح سرائی نہیں ہے بلکہ یہ ایک حقیقت ہے۔ سعادت کے صفحات اس کے گواہ ہیں۔ پاکستان کے نونہال طالب علم بھی گواہ ہیں جن کی رہنمائی کے لیے سعادت نے جہدِ مسلسل کی گورنمنٹ میونسپل کامرس ڈگری کالج فیصل آباد کے قیام کی جدوجہد میں طلبہ کے ساتھ ناسخ سیفی اور خلیق قریشی مرحوم کا بھی ہاتھ ہے۔

روزنامہ سعادت کے پچاس سال کا سفر روشنی کا سفر ہے سعادت کی پچاس سالہ تاریخ اس کے مدیر اور کارکنوں کے عزم و استقلال سے عبارت ہے۔ جب

سعادت کا اجرا ہوا۔ اس وقت برصغیر پاک و ہند پر انگریز کی غلامی کے گہرے پڑے
پڑے ہوئے تھے فرنگی کے سیاہ قوانین نافذ تھے اس وقت صحافت کو حریت
پسندوں کے اس دیس میں پنپنے نہیں دیا جاتا تھا گویا کہ اس دور میں برصغیر پاک و ہند
کے مسلمانوں کے لیے محرومیاں ہی محرومیاں تھیں۔ تحریک پاکستان کے اس ترجمان کے
اجرا سے مسلمانوں میں جذبہ آزادی تیز ہوا۔ سعادت نے گاؤں گاؤں قریہ قریہ لوگوں
کو مسلم لیگ کا پیغام پہنچایا۔ اس طرح ابتدائی دور میں سعادت کو ہند و اور انگریز
سے واسطہ رہا اس طرح سعادت نے ہمیشہ ہندو اخبارات کے گمراہ کن پروپیگنڈے
کے اثرات ختم کرنے کے لیے صحافتی تقاضے پورے کیے اس جدوجہد میں حضرت
ناسخ سیفی کو نمایاں کامیابی ہوئی۔

لوگ اس اخبار یا رسالے کو پسند کرتے ہیں جس کی خبر یا مضمون میں صداقت ہو
اور وہ اسلامی ثقافت اور اخلاق کا آئینہ دار ہو۔ حضرت ناسخ سیفی نے بڑی کاوش
اور ان تھک محنت و لگن سے سعادت کا ایک معیار و مقام بنایا روزنامہ سعادت
نے ان پچاس سالوں میں معاشرے کے عام طبقے کے مسائل اور سرگرمیوں کو جگہ
دی۔ علمی ادبی مذہبی ثقافتی تنظیموں اور ان کی کارکردگی کو نمایاں شائع کیا۔

حضرت ناسخ سیفی مرحوم نے ان پچاس سالوں میں قارئین یا عملہ کی سیاسی
وابستگی اور مذہبی اعتقادات کی پرواہ نہیں کی تھی بلکہ اپنے صفحات میں سب
کو نمائندگی دی ان سیاسی وابستگیوں اور مذہبی اعتقادات کے متعلق بہت سی
مثالیں دی جاسکتی ہیں مگر میں ایک مثال دینا ہی بہتر خیال کرتا ہوں ۱۹۵۸ء
کا زمانہ تھا اس زمانے میں غلام نبی کلو کسان کمیٹی کے کارکن اور جنرل سیکرٹری
تھے حضرت ناسخ سیفی مرحوم اور غلام نبی کلو کے خیالات میں کمل یکسانیت نہیں تھی
مگر سیفی صاحب مرحوم کسان تحریک کی حمایت کرتے تھے خود غلام نبی کلو اس اخبار

کے عملہ میں شامل تھے سیفی صاحب سعادت کے صفحات ذاتی نہیں بلکہ قومی ملکیت خیال کرتے تھے۔

بعنوان الحاج ناسخ سیفی ہمہ گیر صحافت کا امام ایک مضمون میں غلام نبی کلو تحریر کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ناسخ سیفی سے کہا کہ آپ میرے نظریات سے آگاہ ہوں گے۔ اس سے ادارہ کو نقصان نہ پہنچے جواب میں جناب ناسخ سیفی صاحب نے فرمایا کہ بنیادی طور پر انسان کو دیانت دار ہونا چاہیئے ہم جو کچھ دیکھتے ہیں اسے دیانت داری سے پیش کرنا چاہیئے میرے اور تمہارے نظریات اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ دن کو رات اور رات کو دن کہا جائے البتہ تمہارا عقیدہ تمہیں مبارک، میں تمہارے عقیدے اور سیاسی کام میں کوئی مداخلت نہیں کروں گا۔ اس مثال سے ظاہر ہوتا ہے کہ سیفی مرحوم کو کسی سے ذاتی مخالفت یا بغض نہیں تھا اور نہ ہی کسی کی مجبوری سے ناجائز مفاد حاصل کرتے تھے ان پچاس سالوں میں روزنامہ سعادت نے قومی معاملات میں جو پالیسی اختیار کی اس کی وجہ سے یہ اخبار اس ملک کے بدخواہوں کی نظر میں کھٹکتا رہا ہے۔ انہوں نے اس ادارے کو راہِ راست سے ہٹانے کی بے حد کوششیں کیں مگر وہ ایسا نہ کر سکے اور نہ ہی کر سکیں گے۔ کیونکہ سعادت کے بانی و مدیر حضرت ناسخ سیفی مرحوم اور ان کے صاحبزادوں کو اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولؐ پر کامل بھروسہ ہے۔

روزنامہ سعادت خدا کے فضل و کرم سے آج بھی زندہ ہے اور زندہ رہیگا سعادت کا سالِ اجراء (قیام پاکستان سے دس سال قبل اگست کے مہینہ میں) پاکستان کی تاریخ صحافت میں اس لحاظ سے بھی غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس کے اجراء کے بعد شعبہ صحافت نے قیام پاکستان کے لیے نمایاں کام کیا اور پاکستان کے قیام کے بعد پاکستان کی سربلندی کے لیے سعادت نے روشن روایات قائم کیں۔

میں اربابِ حل و عقد سے ایک اپیل اور درخواست گزار ہوں یہ بات ہم سب

پاکستانیوں کے لیے باعث اطمینان ہے کہ موجودہ حکومت نے سیٹھ ستار اسحاق ابوسعید انور مرحوم اور ڈاکٹر سید عبداللہ کی خدمات کو سراہا ہے بے شک تحریک پاکستان میں حصہ لینے والوں کا یہی انعام و اکرام کافی ہے کہ انہوں نے تحریک پاکستان میں حصہ لیا ان کا یہ اعزاز و افتخار ان کے لئے کافی ہے پھر بھی ایسے افراد کی سرپرستی کی ضرورت ہے جنہوں نے قربانیاں تو دیں مگر ذاتی مفاد نہیں اٹھایا۔ ایسے افراد میں قبلہ ناسخ سیفی مرحوم شامل ہیں اگرچہ وہ اب اس وقت دنیا میں موجود نہیں ہیں مگر ان کی خدمات اور کارنامے موجود ہیں کیا اس سلسلہ میں حکومت کوئی توجہ نہیں کرے گی۔

الحاج ناسخ سیفی علاقائی صحافت کے امام تھے آپ غریب پروری کا مجسمہ تھے راسخ العقیدہ مسلمان نظریہ پاکستان کے نقیب اور منکسر المزاج صحافی تھے۔ اسلامی سیاست کی مرد آہن شخصیت تھے حضرت ناسخ سیفی علامہ اقبال کے مجسم شاہین تھے جن کی پرواز ہر دور میں بلند رہی۔

اپنی زندگی کی کچھ یادیں اور باتیں ناسخ سیفی مرحوم کے ساتھ اپنی وابستگی کے حوالے سے جناب رؤف قریشی نے یوں بیان کی ہیں کہ:۔

درویش صفت مرحوم الحاج ناسخ سیفی بڑے ہی شریف النفس دین دار اور سادہ انسان تھے جو لوگ جانتے ہیں انہوں نے مشاہدہ کیا ہوگا کہ وہ ایک خاموش طبع فکرمند اور ذہین شخص تھے انہوں نے زندگی میں بڑے کٹھن مراحل طے کیے۔ مگر اصولوں کو بہر صورت اپنائے رکھا یہی وجہ تھی کہ ان کے اخبار" سعادت" میں چھپنے والی مخابرات کا ڈھب ہی اور ہوتا ان کا صحافتی انداز نرالا تھا۔ لاکھوں افراد کی طرح میں بھی انہیں گذشتہ کافی سالوں سے جانتا تھا مگر ان سے میرا قریبی اور براہ راست رابطہ اس وقت ہوا جب انہوں نے مجھے تقریباً ۲۶/۲۵ برس قبل روزنامہ سعادت ملتان کا ریذیڈنٹ ایڈیٹر مقرر کیا اس وقت روزنامہ سعادت لائلپور اور ملتان سے

بیک وقت شائع ہوا کرتا تھا۔ اس ضمن میں میرے ساتھ باقاعدہ تحریری معاہدہ ہوا اس میں وطن کی وفاداری اور مسلم لیگ کی پاسداری سرفہرست تھی۔ اس وقت اخباری صنعت سے تعلق رکھنے والے بعض احباب نے مجھے سعادت کی مالی حالت کے پیش نظر تنخواہ سے محرومی کا احساس دلایا۔ مگر مجھے سیفی صاحب کی دیانتداری پر ذرا برابر بھی بے یقینی نہ تھی اس لیے میں بغیر کسی ہچکچاہٹ کے ملتان چلا گیا میرے جانے سے قبل قبلہ تاریخ سیفی صاحب نے میرے بارے ہوٹل کے مالک کو ٹیلی فون کر دیا تھا۔ چنانچہ جب میں وہاں پہنچا تو میری رہائش کا بندوبست بھی ہوٹل میں علیحدہ کمرے میں کر دیا گیا۔ روزنامہ سعادت ملتان میری ادارت میں عرصہ قریباً چھ سات ماہ شائع ہوا مرحوم نے اس عرصہ کی نہ صرف یہ کہ میری مقررہ تنخواہ ۲۵۰/ روپے ماہوار باقاعدگی کے ساتھ ادا کی۔ بلکہ اس عرصہ کی میری رہائش اور خوراک جو میں ہوٹل ہی سے کھاتا تھا، کے اخراجات بھی باقاعدہ ادا کیے یہاں سے ایک اور روزنامہ زمیندار سدھار بھی شائع ہوا کرتا تھا۔ اس کے ایڈیٹر سے جن کا نام غالباً مظفر صاحب تھا۔ میری ملاقات ہو گئی جنہیں خبروں وغیرہ کے سلسلے میں ایک آدمی کی ضرورت تھی۔ چنانچہ انہوں نے مجھے پارٹ ٹائم ۱۰۰/ روپے ماہوار پر رکھ لیا اس عرصہ میں ایک مرتبہ قبلہ سیفی صاحب جب وہاں میرے پاس تشریف لائے تو انہیں باتوں باتوں میں پتہ چلا کہ میں سعادت کے علاوہ زمیندار سدھار میں بھی بطور نیوز ایڈیٹر کام کر رہا ہوں تو آپ نے برا نہ منایا بلکہ مسکرا دیتے اور مجھ سے پوچھنے لگے کہ یہاں آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں۔ میں نے اطمینان کا اظہار کیا۔ ازراہِ مذاق پوچھنے لگے کہ فلمیں تو نہیں دیکھتے میں نے کہا کہ جی ایک دفعہ تھیٹر ڈرامہ دیکھنے گیا تھا تو آپ سنجیدہ ہو گئے۔ واضح رہے کہ ان دنوں پنجاب میں تھیٹروں کا رواج تھا، ملتان میں بالی جٹی، ثریا ملتانی اور عالم لوہار کے مشترکہ تھیٹر کو بہت پسند کیا جاتا تھا جس ہوٹل میں

سعادت کا دفتر تھا اس کے قریب ایک کھلا سا میدان تھا۔ وہاں یہ تھیٹر ڈرامہ لگا تھا

اگلی صبح جب آپ لائلپور واپس جانے لگے تو آپ نے فرمایا کہ اپنے اباجی کو تو کوئی پیغام نہیں دینا۔ میں نے کہا کہ جی کل ان کا خط آیا تھا جس کا جواب میں نے دیدیا ہے واضح رہے کہ میرے والد محترم اور قبلہ سیفی صاحب کی شناسائی قیام پاکستان سے قبل کی ہے۔ قیام پاکستان سے قبل میرے والد صاحب پولیس تھانہ کمالیہ میں تعینات تھے آپ بھی بڑے دیندار اور پرہیزگار ہیں اس وجہ سے ان کے محترم ناسخ سیفی صاحب سے مراسم قائم ہو گئے جو اب تک برقرار ہے۔ ملتان سے جب میں واپس لائلپور حال فیصل آباد آ گیا تو مجھے قبلہ ناسخ سیفی کے قریب رہنے کے بے شمار مواقع میسر آئے آپ کے بڑے صاحبزادے عتیق الرحمٰن کے ساتھ میری دوستی ہو گئی جو آج تک اللہ کے فضل و کرم سے قائم ہے ان کی دوستی کی بدولت مجھے محترم ناسخ سیفی صاحب کے کنبہ کا ایک فرد سمجھا جانے لگا اور ان کے عزیز و اقارب مجھے قدر کی نگاہ سے دیکھنے لگے آپ کی حب الوطنی پر ناز کیا جا سکتا ہے آپ کٹر مسلم لیگی تھے آپ نے تحریک پاکستان کے دوران جو نمایاں خدمات انجام دیں اس بنا پر آپ کو تحریک پاکستان کا مجاہد قرار دیا جا سکتا ہے موجودہ حکومت نے مجلس شوریٰ کے قیام سے قبل ضلعی ڈپٹی کمشنروں سے جب پرانے مسلم لیگیوں کی فہرستیں طلب کیں تو ان فہرستوں میں آپ کا نام آپ کی خدمات کا ذکر نمایاں طور پر درج تھا۔ قبلہ مارشل صدر محمد ایوب خان کے ساتھ آپ کے اچھے مراسم تھے۔ ایوبی دور میں آپ جرگہ کے ممبر بھی مقرر رہے جو کہ بہت بڑا اعزاز تھا آپ نے متعدد مقدمات کے مستحسن فیصلے کیے آپ نے صحافتی میدان میں جو خدمات انجام دیں ان کا ذکر ایک دو کالموں میں تو نہیں کیا جا سکتا۔ بقول ان کے بیٹے شفیق الرحمٰن سیفی، سیفی صاحب کی زندگی کے بارے صرف کوائف جمع کرنے کے لیے کم از کم سال دو سال کا عرصہ درکار ہے آپ کا شمار

ملک کے چیدہ چیدہ صحافیوں میں ہوتا تھا۔ آپ نے جس صاف ستھری صحافت کو فروغ دیا اس کی مثال پیش نہیں کی جا سکتی آپ اگرچہ سنجیدہ طبیعت کے مالک تھے تاہم آپ خوش مزاج بھی تھے۔ آپ نے ہر کسی کو ہمیشہ راہ ہدایت پر چلنے کی تلقین کی اور خود بھی یہی راہ اختیار کی تھی آپ ہمیشہ سچ بولنے والوں کی حمایت کرتے قریباً دو سال قبل صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق صاحب جب فیصل آباد تشریف لائے سرکٹ ہاؤس میں ان کی پریس کانفرنس کے دوران جب میں نے بعض افراد کی ناپسندیدہ سرگرمیوں کی نشاندہی کی تو آپ نے اسے حق گوئی قرار دیا اور میرا حوصلہ بڑھایا اس موقع پر سید محمد وکیل جیلانی ایڈیٹر روزنامہ پیغام نے میری حق گوئی کی جس انداز سے تائید کی وہ بھی اپنی جگہ بے مثال صاف گوئی تھی۔

قبلہ ناسخ سیفی صاحب کی مجھ سے شفقت و محبت اور ان کی نیک کاموں سے لگن کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ میرے بیٹے نعیم رؤف نے امسال ماہ فروری میں جب قرآن پاک حفظ کرنا شروع کیا تو میں نے اس موقع پر دعائے خیر کے لیے تقریب منعقد کی۔ میں نے احباب کو دعوت دی مگر قبلہ ناسخ سیفی صاحب کو مدعو نہ کیا کیونکہ وہ صاحب فراش تھے اور اس قابل نہ تھے کہ وہ سفر کر سکیں مگر میری اور تقریب میں دیگر شرکاء کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب ہم نے دیکھا کہ قبلہ ناسخ سیفی کی کار وہاں آکر رکی اور وہ اس کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے ان کے بیٹے شفیق الرحمٰن سیفی جو کار چلا رہے تھے انہوں نے بتایا کہ انہیں جب پتہ چلا کہ آپ کے بیٹے نے قرآن پاک حفظ کرنا شروع کیا ہے اور آج اس سلسلہ میں یہاں تقریب ہے تو فرمانے لگے مجھے بھی وہاں لے چلو جس پر میں لے آیا ہوں۔ میرے لیے بڑی خوشی اور فخر کی بات تھی انہوں نے میرے بیٹے نعیم رؤف کو اپنے پاس بلایا اور سینے سے لگا کر پیار کیا اور دعائے خیر کی اور بڑی محبت کے ساتھ اپنے دست مبارک سے مٹھائی کا ڈبہ عطا

فرمایا۔ آپ کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ مٹھائی کا ڈبہ نہ اٹھا سکے میں نے اور شفیق صاحب نے ان کے ہاتھوں کے نیچے اپنے ہاتھ دے کر ڈبے کو اوپر اٹھایا جسے اوپر سے بچے نے اٹھا لیا آپ اس قابل نہ تھے کہ انہیں کار سے اتارا جاتا چنانچہ آپ کار میں چند منٹ وہاں گزارنے کے بعد واپس آ گئے۔ تقریب مذکور کے بعد میں ان کی تیمارداری کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت ان کے پاس ان کا بیٹا توفیق الرحمٰن سیفی بیٹھا ہوا تھا آپ میرے ساتھ شہری مسائل اور اخباری دنیا کے بارے میں باتیں کرتے رہے آپ اس عالم میں ملکی اور ملی مسائل کے بارے انتہائی متفکر تھے۔ آپ نے اس امر کا بھی اظہار کیا کہ میری بڑی خواہش تھی کہ میں سعادت کی تاریخ پر ایک ضخیم نمبر نکالتا۔ میں نے ذہنی تیاری کر لی تھی لیکن اب اندازہ ہو رہا ہے کہ شاید میں اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکوں۔ مجھے فرمانے لگے کہ اگر میں نہ بھی ہوا تو نمبر ضرور نکالنا اور شفیق کو یاد دلانا۔ مجھے فرمانے لگے کہ دوبارہ کب آؤ گے۔ میں نے کہا۔ انشاء اللہ آتا جاتا رہوں گا۔ فرمانے لگے جلدی آنا تاخیر نہ کرنا۔ کچھ ناموافق حالات کی بناء پر میں دوبارہ جلد نہ جا سکا۔ تاہم چند روز بعد جب گیا تو پتہ چلا کہ ان پر ابھی مجھ سے دو گھنٹے پہلے پھر فالج کا حملہ ہوا ہے وہ بے ہوش پڑے تھے۔ اگلے روز دفتر تجارتی رہبر میں ان کے بیٹے توفیق الرحمٰن سیفی نے میری موجودگی میں اپنے ماموں جان محترم اختر سدیدی صاحب کو بتایا کہ ابا جی نے قریشی صاحب کو یاد کیا تھا۔ اور انہوں نے کہا تھا کہ دیکھو قریشی نہیں آیا۔ یہ سن کر میں رو دیا۔ آپ کو جب ہسپتال میں داخل کرا دیا گیا تو اس دوران ان کی خدمت میں مجھے بھی چند روز حاضر رہنے کا موقع ملا۔ میری قیادت میں مجلس تعمیر پاکستان کے اراکین نے انسانی جذبہ ہمدردی کے تحت جس رضاکارانہ دیکھ بھال کا مظاہرہ کیا وہ اپنی جگہ ایک مثال ہے۔ ان دنوں سیفی صاحب مسلسل بے ہوش

رہے مگر جب ان کے پاس مجلس کے اراکین میں سے یا کوئی دوسرا شخص تلاوت
قرآنِ پاک کرتا تو آپ اس عالم میں بھی اس طرف گردن موڑ لیتے اور بغور سنتے نظر
آتے آپ حقیقت میں صحیح مسلمان اور عاشقِ رسولؐ تھے۔ آپ نمازی ہونے کے
علاوہ تہجد گزار بھی تھے۔ آپ اتنی اہم شخصیت ہونے کے باوجود انتہائی عجز و
انکساری میں رہتے اور دوسروں سے محبت و اخلاق کے ساتھ پیش آتے۔
واقعی آپ مجسمۂ شرافت تھے۔

فیصل آباد کے معروف قلم کار محمد علی ماہی ناسخ سیفیؒ کو بندۂ خدا قرار دیتے ہوئے
لکھتے ہیں کہ :-

حضرت امام بخش ناسخ سیفی کو گردشِ دوراں نے ۷ جولائی ۱۹۸۴ء کو ہم سے
جدا کر دیا مگر وہ فنا نہیں ہوتے صرف آنکھ سے غائب ہوتے ہیں ان کی شب
خاموشی ہنگامۂ فردا کا مقدمہ ہے وہ گدائے میکدۂ محمدی تھے اس لیے ان کی
شانِ بے نیازی بھی نیازمندی کی منظہر تھی وہ مردِ درویش زندگی بھر ایک سیاسی
مشن اور ایک ہی مسلکِ حقّہ کے لیے جہادِ قلم کرتا رہا۔ میں نے مرحوم کی پہلی برسی
کے موقع پر اپنے ایک مضمون میں لکھا تھا کہ " یہ حقیقت ہے کہ جو کام ۱۹۴۷ء سے
ٹھیک تین سال قبل حضرتِ قائدِ اعظم نے حمید نظامی مرحوم سے حکماً کر دایا۔ ناسخ سیفی
نے وہی کام قراردادِ پاکستان کی منظوری سے ٹھیک تین سال قبل رضاکارانہ طور پر کر
دکھایا" میری مراد " سعادت " کا مسلم لیگ کے آرگن کی حیثیت سے اجراء ہے سیفی
صاحب اس اخبار کے مالک و مدیر تھے وہ اپنے اس مؤقر جریدہ کے ذریعے تا زیست
مسلم لیگ، تحریکِ پاکستان، نظریۂ پاکستان، تعمیرِ پاکستان اور جماعت اہلِ سنت
والجماعت کے مفادات کے تحفظ کے لیے مصروفِ جہاد رہے۔

انہوں نے ساری زندگی سیاسی جماعت بدلی نہ دین۔ گویا وہ اپنے عمل سے

یہ اعلان کرتے رہے کہ میرا سر وہاں جھکا ہے جہاں ختم بندگی ہے ان کے پاس محبت پاکستان اور عشق رسولؐ کا عظیم سرمایہ تھا وہ ہمیشہ توشئہ آخرت کے بے کمر بستہ رہے اس نفبئر کوان سے قرب مکانی و زمانی دونوں حاصل رہے وہ فی الواقع موجودہ فیصل آباد اور سرگودہا ڈویژن میں علاقائی صحافت کے امام اور مسلم لیگ کے مبلغ تھے ان کے قلم سے صرف مسلم لیگ ہی متعارف نہیں ہوئی۔ کمالیہ کا قدیم شہر اور ان کا آبائی مردم خیز خطہ بھی برصغیر میں متعارف ہوا۔

فیصل آباد میں سب آفس مشرق کے دفتر واقع کچہری بازار اور روزنامہ سعادت کے دفتر کی سیڑھیاں مشترکہ تھیں اس وقت مشرق کا نمائندہ میں تھا سعادت کا دفتر ایک ہی کمرہ پر مشتمل تھا
سیفی صاحب کی میز کرسی مینیجر کم (C.M) اکاونٹنٹ کی میز کرسی اور کتابت کا عملہ اسی ایک کمرہ میں کام کرتے۔ سردی ہو یا گرمی برسات کا موسم ہو یا آندھیاں چلیں۔ سعادت کی روٹین میں کوئی فرق نہیں پڑا مسلم لیگ اور جمیعت العلمائے پاکستان کے اکابرین کے علاوہ شہر کے معززین بھی اس دفتر میں حاضری دیتے فیصل آباد کے ابتدائی دور کے چار روزناموں کے مدیر و مالک ناسخ سیفی خلیق قریشی (عوام) چوہدری ریاست علی آزاد (غریب) اور چوہدری شاہ محمد عزیز (ڈیلی بزنس) چہار درویش کے نام سے مشہور تھے ان چاروں مدیران جرائد کے باہمی تعلقات کی نوعیت کچھ اس طرح تھی کہ چاروں اخبارات کے امور داخلہ الگ الگ مگر امور خارجہ کا شعبہ مشترکہ تھا ان چاروں صحافیوں کے یہ تعلقات تادم زیست قائم رہے یہ ایک قابل تقلید مثال ہے۔

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتام زندگی ؎
ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی

انہوں نے ایسے وقت میں روزنامہ سعادت کے نام سے فیصل آباد سے اخبار نکالا

جب کہ اخبار چلانے کے وسائل عنقا تھے۔ اس کے بعد چار اور پھر درجن بھر روزنامے یہاں سے شائع ہونے لگے
مختصر یہ کہ فیصل آباد اور

سرگودہا ڈویژن کے علاقائی اخبارات کے ناشخ سیفی ہی مسلمہ امام صحافت تھے وہ فرض شناسی کے پیکر جمیل تھے۔ مجھے یاد ہے کہ جب جمیعت المشائخ کے صدر حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی کا حادثاتی طور پہ اچانک وصال ہوا تو ان دنوں ڈاکٹری مشورہ کے تحت سیفی صاحب گھر پہ آرام فرمایا کرتے تھے مگر گھر پہ رہتے ہوئے بھی وہ اپنے فرائض منصبی کا پورا احساس رکھتے تھے گھر سے بار بار مجھے فون کر کے ریڈیو کے تمام نیوز بلیٹن غور سے سننا اور نوٹس لے لینا۔ بعض جگہ سے وہ خود بھی ٹیلی فون پر حاصل کردہ معلومات رات گئے تک فراہم کرتے رہے حتیٰ کہ راقم کو وصال کی اس اہم خبر کی سرخیاں بھی گھر سے ٹیلی فون پر انہوں نے خود لکھوائیں۔ اسی طرح پی آئی اے کا ہوائی جہاز جو کراچی سے پشاور آتے ہوئے میانوالی کے قریب سے اغوا کر کے افغانستان میں اتار لیا گیا تھا۔ سیفی صاحب اس خبر کی اہمیت کے پیش نظر گھر سے ہی مجھے گائیڈ لائن دیتے رہے۔ اس طرح کی بہت سی مثالیں ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے اخبار میں شائع ہونیوالی خبروں اور مواد سے متعلق کس قدر حساس اور ذمہ دار تھے ایک دفعہ عالم تنہائی میں سیفی صاحب کو میں نے یہ کہہ ہی دیا کہ آپ کا اخبار جمعیت العلماء پاکستان کے ترجمان کی حیثیت سے فل کوریج دیتا ہے آپ کم از کم جمیعت کے اکابرین سے اخبار کی اشاعت بڑھانے کے لیے کیوں نہیں کہتے جواباً کہا کہ اس بارے میں کسی کو آج تک کہا ہے نہ میں آئندہ کہوں گا۔ میں اپنا فرض ادا کر رہا ہوں یہ ان کا کام ہے کہ وہ اپنا فرض ادا کریں۔ یہ ہے قناعت کا اعلیٰ درجہ

کا نمونہ کھانے پینے اور لباس میں بھی انتہائی سادگی اپنائے رکھی جس میں تصنع بناوٹ اور تکلف کا شائبہ تک نہ تھا۔ سیفی مرحوم ایک پرکشش شخصیت کے مالک تھے پختہ مردانہ قد سفید شنگرفی رنگ، سفید گھنی داڑھی، چمکدار آنکھیں سوز دروں سے مستانی مدبرانہ پیشانی، ابرو کمانی، رُخ زیبا روحانی، چال میں ٹھہراؤ، وضع قطع میں رکھ رکھاؤ قلم میں زوردار میٹھی کاٹ رکھتے تھے آپ کی صحافتی قومی و ملی اور دینی خدمات کا احاطہ کرنا مشکل ہے آپ نے تعمیر ملک و ملت کیلیے اپنے قلم اور اخبار کو تمام عمر وقف رکھا۔ آپ تحریک پاکستان کے ہراول دستے کے ایک فعال سپاہی تھے۔

۱۹۳۸ء میں پٹنہ کے اجلاس میں قائد اعظم محمد علی جناحؒ نے پہلی مرتبہ مسلمانانِ ہند نے مسلم لیگ میں شامل ہونے کی اپیل کی۔ برصغیر کے مسلمانوں نے بھی صدقِ دل سے نکل ہوئی اس اپیل پر لبیک کہی اور مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں تاریخی قرارداد پاکستان منظور ہوئی اس اعتبار سے ۱۹۳۷ء سے ۱۹۴۷ء تک کے دس سالہ دور کو تحریک پاکستان اور مسلم لیگ کے عروج کا دور کہا جا سکتا ہے۔ مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کا مقابلہ انگریز حکومت، ہندو کانگریس، یونینسٹ پارٹی، نیشنلسٹ علماء کرام اور خدائی خدمت گاروں کے گروہ سے تھا وہ سب قیام پاکستان کے خلاف ایڑھی چوٹی کا زور لگا رہے تھے قائداعظم کی قیادت میں تحریکِ پاکستان اور مسلم لیگ کا پیغام گھر گھر پہنچانے کی ضرورت تھی۔ وقت کی اس اہم ضرورت کو دیکھتے ہوتے ناسخ سیفی نے اس اہم قومی فریضہ کی ادائیگی کا بیڑا اٹھایا نامساعد حالات اور مخالفت کے طوفان کے باوجود عزم و ارادہ کے پختہ اس مجاہد صحافت نے اپنی زندگی میں قیام پاکستان کا یہ تاریخی معجزہ نہ صرف دیکھ لیا بلکہ آزادی کی نعمت کے اثمارِ شیریں بھی چکھ لیے۔

الحاج امام بخش ناسخ سیفی رر

# شخصیت و کردار

ناسخ سیفی مرحوم کی شخصیت و کردار کے بارے میں گذشتہ سطور میں سیر حاصل بحث کی جا چکی ہے مگر بعض پہلو ایسے ہیں جن کی نشاندہی از بس ضروری ہے جب سے مرحوم نے ہوش سنبھالی تب سے مرتے دم تک انہوں نے ایک مرتبہ جس کسی سے بھی رشتۂ چاہ و محبت یا اخوت و دوستی پیدا کیا پھر اسے توڑا نہیں وہ اکثر اوقات اپنے نظریات اور افکار کے مخالف عناصر سے بھی انسانی اور معاشرتی رکھ رکھاؤ کے ساتھ پیش آتے اور نجی گفتگو میں سیاسی اختلافات اور مذہبی بُعد کو تعلقات میں باہمی آویزش کا ذریعہ نہ بننے دیتے تھے انہوں نے زندگی بھر جن کی حمایت مدد یا استعانت کی ان سے ستم سہے چرکے کھائے مگر اس کے باوجود دوستانہ روابط کا انقطاع کبھی بھی گوارا نہ کیا۔ اُن کے دوست قربِ عمر اور رفاقت کی اس منزل تک آ پہنچے ہوتے تھے کہ اکثر سگے بھائیوں کا سا گمان ہونے لگتا تھا۔

مرحوم سیفی صاحب نے قائد اعظم محمد علی جناحؒ کو پاکستان بننے سے قبل اور بعد بھی ایک سے زیادہ خطوط لکھے جن کا ریکارڈ امتدادِ زمانہ کی بدولت ان کے نجی کاغذات میں اب محفوظ نہیں رہا۔ خان لیاقت علی خان کو بھی انہوں نے قادیانی

فتنے کی سازشوں سے خبردار کیا اور ایک جماعتی آمریت کے مطلق العنانہ نظامِ حکومت کے خطرناک نتائج و عواقب سے بھی بار بار آگاہ کیا یہی نہیں کشمیر کی جنگ کو جہاد تسلیم نہ کرنے والے خارجی گروہ اور جماعت اسلامی کے بانی مودودی کے فتوے کے تار و پود بکھیرتے ہوئے انہوں نے قوم کے اتحاد و یکجہتی میں رخنہ اندازی کرنے والے منافقین کا مسکت انداز سے جواب دیا روزنامہ سعادت کے فائل اگست ۱۹۴۷ء سے لے کر مارچ ۱۹۵۳ء تک ایسے اداریتی کالموں مضامین اور مثبت مواد سے بھرے پڑے ہیں جن میں سچے عاشقِ رسولؐ اور محبِ اہلِ بیت عظام اور ائمہ طاہرین نامع سیفی نے ہر حکومت کو صراطِ مستقیم سجھائی۔

جب ۱۹۵۸ء میں (مرحوم) سابق صدر فیلڈ مارشل جنرل محمد ایوب خان نے اعظم خان کے بعد دوسرا مارشل لاء ملک گیر سطح پہ نافذ کیا تو سیفی صاحب نے پاکستان کے اس نئے فوجی حکمران کو نظریۂ پاکستان اور نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حقیقی شورائی تصورات سے کماحقہ آگاہ کیا اور سعادت کے اداریتی کالموں کے علاوہ ذاتی خطوط کے ذریعے بھی بعض اہم قومی و ملکی امور کی جانب توجہ دلائی۔ جب مرحوم ایوب خان نے کنونشن مسلم لیگ کی بنیاد ڈالی توسیفی صاحب نے انہیں منافقین کے ٹولے سے خبردار رہنے کی تلقین کی مگر ایوب خان تک سیفی صاحب کے اکثر خطوط بیوروکریسی کے مخصوص مفادات نے پہنچنے ہی نہ دیئے جس کا اعتراف مرحوم سابق صدر فیلڈ مارشل جنرل محمد ایوب خان نے از خود سیفی صاحب سے کیا تھا۔

سابق صدر ایوب خان فیصل آباد (یعنی اس وقت کے لائل پور) میں جب بھی گئے سیفی صاحب سے ان کی ملاقات ایک طے شدہ بات تھی۔ ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں بھی سیفی صاحب کا قلم ایک تلوار بن چکا تھا انہوں نے دو قومی

نظریئے کی تشریح و توضیح کرتے ہوئے پاک بھارت جنگ میں پاک فوج کے جیالوں کا خون گرمانے والے اداریئے رقم کیے اور بار بار انگریز اور ہندو کی سیاست اور سازشی مکّارانہ کردار کی وضاحت کی۔

جب جنگ بندی کے بعد اعلانِ تاشقند کے خلاف سابق وزیر خارجہ مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے ایوب خان کے خلاف تحریک چلائی تو نامخ سیفی واحد اخبار نویس تھے جنہوں نے ملک اور قوم کے منافی اسے امریکی سی آئی اے اور بھارت کی سوچی سمجھی سازش قرار دیتے ہوئے ایوب خان کی زبردست حمایت کی تھی کیونکہ ان کا یہ خیال تھا کہ اگر ایوب خان کو بھارت نواز بنگالیوں کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے مغربی پاکستان کے سابق کانگریسیوں نے بھٹو کی مدد سے ایک بار اقتدار سے ہٹا دیا تو پھر یہ ملک کبھی متحد نہیں رہ سکے گا چنانچہ جب گول میز کانفرنس کی ناکامی کے بعد سابق صدر یحییٰ خان برسرِ اقتدار آئے تو انہوں نے بار ہا اپنے اس تصور کو دہرایا تھا کہ نفاذِ اسلام سے پہلے اگر انتخابات کرائے گئے تو علیحدگی پسند قوتیں کامیاب ہوں گی اور ملک کا اتحاد برقرار رکھنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہو کے رہ جائے گا مگر یحییٰ خان نے اپنی من مانی کی اور بھٹو کے ساتھ سودے بازی یا ملی بھگت کر کے بنگال کے خلاف محاذ آرائی کو اپنی پالیسی کا محوری نکتہ بنا لیا نتیجتہً ملک دولخت ہو گیا۔

جب یحییٰ خان فوجی اور شکست فاش سے بھارت کے ہاتھوں دوچار ہو کر رخصت ہوتے تو سیفی صاحب نے ان کے جانشین مسٹر بھٹو کو بھی نظریہ پاکستان کے استحکام کی خاطر ناگزیر اقدامات اٹھانے کے لیے متوجہ کیا لیکن ان کے گرد بھی قادیانی اور کمیونسٹ تھے جنہوں نے یہود و کمیونسٹ سے گٹھ جوڑ کر رکھا تھا اور مسٹر بھٹو پر ایسا جادو کیا ہوا تھا کہ وہ اپنے حریف کو آئین اور خواہش و اشارۂ ابرو کو قانون

مملکت بحال کرنے لگے تھے چنانچہ انہوں نے اس سچے عاشقِ رسول اور محبِّ قوم و
وطن کی بات پر توجہ ہی کان نہ دھرے، اور آخر کار وہ وقت بھی آن پہنچا جب پوری قوم
کے تمام طبقات کے پیر و جوان اور مرد و زن اُٹھ کھڑے ہوئے ان کی دھاندلی اور
بدعنوانیوں کے خلاف ملک گیر تحریک نظامِ مصطفیٰ مارچ ۱۹۷۷ء کو چلی جس کے
نتیجے میں مردِ مومن اور مردِ حق اور پیکرِ حریت جنرل محمد ضیاء الحق نے اسلام پسند
قوتوں کی حمایت سے مسٹر بھٹو کو اقتدار سے برطرف کر دیا اس طرح ایک عوامی قومی
اسلامی انقلاب اپنے دوسرے مرحلے میں کامیابی سے داخل ہوا اور جنرل
محمد ضیاء الحق نے نفاذِ اسلام کے ساتھ مجاہدے کا عمل شروع کیا۔ مرحوم تاج سیفی
نے صدر ضیاء الحق کو بذریعہ خطوط اور بالمشافہ ملاقاتوں کے علاوہ اپنے اداریوں کے
ذریعے بھی ان کے ہر اقدام فیصلے اور ضابطے یا قانون کے بارے دو قومی نظریہ
کی روح کے عکاس و مظہر نادر مشورے پیش کیے جن میں سے اکثر انہوں نے
من و عن قبول بھی کیے اگر ۵ جولائی ۱۹۷۷ء سے لے کر ۷ جولائی ۱۹۸۳ء تک
ان کے اداریے دیکھے جائیں تو حقیقت حال کھل کر قوم کے سامنے آسکتی ہے۔
سیفی صاحب نے اپنا آخری اداریہ اکتوبر ۱۹۸۳ء میں لکھا تھا اگرچہ بعد ازیں
وہ اکثر ذاتی اداریے بھی لکھواتے رہے جو کہ مقصدیت سے اُن کی بھرپور
لگن اور نظریاتی کردار کی پختگی اور ذمہ دارانہ شخصیت کا وصف شعاری اور
فرض شناسی کا ثبوت ہے۔ سابق وائس چیف آف آرمی سٹاف جنرل خالد محمود عارف
کی وساطت سے ان کی جو اہم ترین ملاقات صدر جنرل محمد ضیاء الحق سے ہونے
والی تھی وہ تقریباً ایک دو روز بعد وقوع پذیر ہونے والی ہی تھی کہ مرحوم کو
میکلوڈ روڈ لاہور مخدوم چیمبر والے دفتر سعادت لاہور میں اچانک دل کا سخت
ترین دورہ پڑا اور وہ ایسے صاحبِ فراش ہوئے کہ پھر ان کی طبیعت کی ناسازگی

بڑھتی ہی چلی گئی اور اگر قدرے وہ سنبھلے بھی تو معاملات بہت زیادہ آگے نکل چکے تھے اور اس پر طرہ یہ کہ ملک افغان تارکین وطن اور ایرانی گوریلوں کی دسیسہ کاریوں کے باوصف عالمی سازشی سیاست میں گھر چکا تھا۔ اس لیے صدر ضیاء الحق کے پاس بھی فرصت ارزانی نہ ہو سکی۔ اور ناسخ سیفی بالمشافہ ملک و قوم کے مفاد میں جو مشورے انہیں دینا چاہتے تھے وہ نہ دے سکے یہی وجہ ہے کہ ملک میں پیدا ازاں داخلی تخریب کاری اور فرقہ دارانہ کشیدگی اور دہشت گردی کے حوالے سے جو کچھ بھی وقوع پذیر ہوا اس کی قبل از وقت مناسب پیش بندی نہ کی جا سکی تھی۔ مرحوم سیفی صاحب نے کبھی کسی عہدے مرتبے یا انعام کی لالچ نہیں کی تھی وہ اپنے فقر پر ہمیشہ قانع و مفتخر رہے اور کبھی کسی بھی قومی مسئلے پر انہوں نے اپنی رائے کے اظہار سے غفلت نہ کی تھی انہوں نے جو سچ سمجھا برملا کہا اور لکھا اور اس بات کی پرواہ نہ کی کہ اس سے ان کی ذات کو کیا نقصان پہنچ سکتا ہے وہ مومنوں کے بارے میں ظنِ خیر کی آخری حدود تک جاتے والے خدا ترس انسان تھے۔ انہوں نے تحریکِ قیامِ پاکستان کی تاریخ سعادت کے ریکارڈ اور اپنی یادداشتوں کے حوالے سے مرتب کرنے کے علاوہ ساندل بار کی عظیم مردم خیز دھرتی کی تاریخ بھی الگ مرتب کرنے کا بیڑا اٹھایا تھا مگر ان کی زندگی نے وفا نہ کی اور ماہنامہ اساطیر کے اجرا سمیت وہ اپنے رشحاتِ قلم منظرِ عام پر لانے سے عملاً قاصر رہے خدا اور رسولِ کریمؐ کے باغیوں اور دو قومی نظریہ قائداعظم محمد علی جناح مسلم لیگ صحابہ اور اولیائے کرام کے دشمنوں گستاخوں اور منافقین کے علاوہ ان کا کوئی مخالف ایسا نہیں تھا جس کے ساتھ وہ خندہ پیشانی سے پیش آتے سے کبھی گریزاں رہے ہوں حمید نظامی مرحوم اور مولانا ظفر علی خان مرحوم بھی ان سے اکثر امور پر مشورے لیتے

رہے تھے۔ انہوں نے مرحومہ محترمہ فاطمہ جناح کو ایوب خان کا صدارتی انتخاب میں مقابلہ کرنے کی بجائے مسلم لیگ کو مضبوط کرنے کا مشورہ دیا تھا جو کہ قادیانی اور کمیونسٹ عناصر نے فاطمہ جناح کو قبول نہ کرنے دیا۔

مرحوم ناسخ سیفی پُرانے مسلم لیگیوں کو ساتھ لے کر تحریکِ سُنیت اور نفاذِ نظامِ مصطفٰے ؐ کی جدوجہد میں آگے نکلنا اپنا واحد نصب العین اور مقصدِ حیات قرار دیتے تھے مگر حالات کی ساز گاریوں اور وسائل کی قلت کے علاوہ اپنوں کی چیرہ دستیاں اور بیگانوں کی دسیسہ کاریاں اور اسلام دشمنوں کی سازشیں ہمیشہ ہی ان کے آڑے آتی رہیں اور یوں وہ اپنے خوابوں کے محل تعمیر کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے اگرچہ وہ اپنے مقاصد کی صداقت و سربلندی سے کبھی مایوس نہ ہوئے اور مسلسل جدوجہد پر یقین رکھنے والے عظیم مجاہد تھے اور فی الحقیقت ایک نظریاتی انسان کی یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

# حضرت قائدِ اعظم محمد علی جناح کا پیغام

## نوجوانانِ ہند کے نام

مجھے یہ معلوم ہوا ہے، کہ ہفت روزہ "سعادت" لائل پور صوبہ مسلم نیشنل گارڈ پنجاب کی زیرِ نگرانی ایک خاص نمبر شائع کر رہا ہے جو کہ صوبہ مسلم نیشنل گارڈ کی تنظیم کے لیے وقف ہوگا۔ ہندی مسلمانوں کو اب معلوم ہو جانا چاہیئے کہ پاکستان ہماری اپنی طاقت سے حاصل ہوگا۔ اور وہ طاقت ہمارا اتحاد و تنظیم، ڈسپلن اور کیریکٹر ہے۔ ان خصائل کی نشوونما اور حصول کسی قوم کو صحت مند اور مضبوط بناتا ہے۔ کوئی قوم اُس وقت تک آزاد نہیں ہو سکتی۔ یا اپنی زندگی کو برقرار نہیں رکھ سکتی۔ جب تک اُس کی تنظیم میں انتشار ہو۔ اس کا ڈسپلن کمزور، اور اس کے عوام پست ہمت ہوں۔ لگاتار محنت و قربانی کے لیے آمادگی کے بغیر ہم آج کی زندگی اور موت کی جد و جہد میں کامیابی کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتے۔ ایک مضبوط تنظیم اور ڈسپلن کے بغیر ہماری قوتِ مدافعت کسی وقت ختم ہو سکتی ہے۔ اگر خدا نخواستہ کبھی ایسا ہوا۔ تو اس برِ اعظم میں دس کروڑ مسلمانوں کے لیے اُمید کی کوئی کرن باقی نہیں رہ جاتی۔ اللہ کا شکر ہے۔ کہ مسلمانوں کو اب وقت کی نزاکت کا احساس ہو چکا ہے۔ پورا وثوق ہے۔ کہ انشاءاللہ فتح ہماری ہوگی۔ اور ہم پاکستان حاصل کریں گے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے پیدائشی حق خود مختاری اور آزاد وجود سے ہمیں محروم کرنے کے لیے زمین و آسمان کے قلابے ملا رہے ہیں۔ میں ایک بار پھر تمام مسلمانوں کو متنبہ کرتا ہوں، کہ وہ ہوشیار ہو جائیں۔ اور ہر مشکل کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ ہمارا شاندار ماضی اور قابلِ فخر روایات اور اسلام کے بنیادی اصول ہمیں غیر ملکی غلامی اور ہندو کے رام راج کے خلاف بغاوت پر آمادہ کرتے ہیں۔ اور ہماری آزادی حقیقی طور پر قیامِ پاکستان میں ہے۔ آزادی کے معنی ایک عظیم ذمہ داری کو سنبھالنے کے ہیں۔ میں ہندوستان کے مسلم نوجوانوں کو خاص طور پر دعوت دیتا ہوں۔ اور چاہتا ہوں، کہ وہ یقینِ کامل اور شجاعت سے آگے بڑھیں۔ اور اپنی ذمہ داری کے اہل بنیں۔

مسلم نیشنل گارڈ کی تنظیم سارے ہندوستان میں کام کر رہی ہے۔ لیکن اس کے استحکام اور یکجہتی کی مزید ضرورت ہے۔ تاکہ ہم اپنے گھر، اپنی عزت و دولت اور اپنی زندگی حفاظت اور انسانوں کی خدمت کر سکیں۔ اور انہیں خاص مقاصد کے لیے اس تنظیم کی ابتدا کی گئی تھی۔ مجھے یقین ہے۔ کہ مسلمان نوجوان اور خصوصاً پنجاب کے نوجوان جو پاکستان کا بازوئے شمشیر زن ہیں۔ مسلم نیشنل گارڈ کے تنظیم کے جھنڈے کے گرد زیادہ سے زیادہ تعداد میں جمع ہو جائیں۔ تاکہ ہم زیرِ آسمان عزت اور امن کی زندگی بسر کرنے کے لیے اپنے گھر کی حفاظت کر سکیں۔ اور تمام بنی نوعِ انسان کی خدمت کو اپنا نصب العین بنائیں۔ تمہارا ماٹو اتحاد، یقین اور ڈسپلن ہے۔

میری تمنا ہے، کہ "سعادت" کا یہ نمبر اور صوبائی نیشنل گارڈ کی کوشش بار آور ہو۔ اور مجھے اُمید ہے کہ ہم اپنے پاکیزہ نصب العین کی طرف گامزن رہیں گے۔ اور اُسے بہت جلد حاصل کر کے اس کی تعمیر کریں گے۔ (انگریزی سے ترجمہ)

سعادت مسلم لیگ نیشنل گارڈ نمبر ۔ ۲۲ جون ۱۹۴۵ء


سعادت پبلیکیشنز

لاہور۔ فیصل آباد